عالمی یوم خواتین پر خصوصی نمبر

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ
الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

منگل 8 مارچ 2022ء | 5 شعبان 1443 ہجری قمری | 8 امان 1401 ہجری شمسی | جلد: 4 | شمارہ: 58

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

(الصّٰفّٰت:172-174)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں ہمارا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ یقیناً وہی ہیں جنہیں نصرت عطا کی جائے گی اور یقیناً ہمارا لشکر ضرور غالب آنے والا ہے۔

فرمان رسول ﷺ

ایک یہودی عورت نے آپؐ کو ایک بھنی ہوئی ران پیش کی اور اس پر اچھی طرح زہر لگا دیا۔ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھ کر اس کو کھانے لگے۔ کچھ صحابہؓ نے پہلے ہی کھانا شروع کر دیا۔ لیکن آپؐ نے جب منہ میں لقمہ ڈالا تو فوراً پتہ لگ گیا۔ آپؐ نے فوراً کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس یہودیہ کو بلایا گیا۔ تو اس نے تسلیم کیا اور پھر وہ کہنے لگی کہ آپؐ کو کس نے بتایا ہے؟ آپؐ نے گوشت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس نے۔ پھر آپؐ نے اس سے پوچھا تمہارا اس سے مقصد کیا تھا تم کیا چاہتی تھی؟ ہمیں کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی؟ تو کہتی ہے کہ میرا خیال تھا کہ اگر آپؐ اللہ کے نبی ہیں، رسول ہیں تو اس زہر سے آپؐ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس زہر سے محفوظ رکھے گا۔ اور اگر نہیں تو ہماری جان چھوٹ جائے گی۔

(ماخوذ از ابو داؤد، کتاب الدیات باب فی من سقی رجلا...... حدیث نمبر 4510)

فرمان خلیفۂ وقت

"پس اب اللہ تعالیٰ نے اپنی اس تائید و نصرت کے لئے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور اس کے ذریعہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ تائید و نصرت فرماتا رہے گا ہمارا بھی یہ کام ہے کہ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے طلبگار ہوتے ہوئے اپنے ایمان کو مضبوط کرتے چلے جائیں اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں اُن کو ہم کسی تکبّر یا عقل یا کسی اور وجہ سے ضائع کرنے والے نہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ہماری زندگیوں میں نظر نہ آئیں بلکہ ہمارے دلوں میں کبھی اس کا شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔ اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق ہیں اس حیثیت سے جو اللہ تعالیٰ نے نصرت کے وعدے فرمائے ہیں ان کو ہم اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے بھی دیکھیں اور ہماری زندگیوں کا وہ حصہ بھی بنیں"

(خطبہ جمعہ 23 جون 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

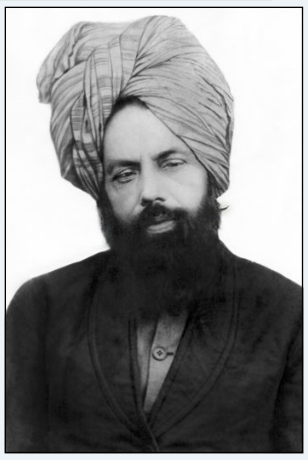

آنحضرتؐ کی تائید و نصرت کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک سورۃ بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عُلوّ اور مرتبہ ظاہر کیا ہے۔ اور وہ سورۃ ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ (الفیل:2) یہ سورۃ اس حالت کی ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مصائب اور دکھ اٹھا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت میں آپؐ کو تسلی دیتا ہے کہ مَیں تیرا مؤید و ناصر ہوں۔ اس میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے ربّ نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا؟ یعنی ان کا مکر الٹا کر ان پر ہی مارا اور چھوٹے چھوٹے جانور ان کے مارنے کے لئے بھیج دیئے۔ ان جانوروں کے ہاتھوں میں کوئی بندوقیں نہ تھیں بلکہ مٹی تھی۔ سِجِّيْل بھیگی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں۔ اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ قرار دیا ہے اور اصحاب الفیل کے واقعہ کو پیش کر کے آپ کی کامیابی اور تائید اور نصرت کی پیشگوئی کی ہے۔ یعنی آپ کی ساری کارروائی کو برباد کرنے کے لئے جو سامان کرتے ہیں اور تدابیر عمل میں لاتے ہیں ان کے تباہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ان کی ہی تدبیروں کو اور کوششوں کو الٹا کر دیتا ہے، کسی بڑے سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسے ہاتھی والوں کو چڑیوں نے تباہ کر دیا ایسا ہی یہ پیشگوئی قیامت تک جائے گی۔ جب کبھی کوئی اصحاب الفیل پیدا ہو تب ہی اللہ تعالیٰ ان کے تباہ کرنے کے لئے ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دینے کے سامان کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 110 ایڈیشن 1988ء)

اس شمارہ میں

- دربار خلافت
- کتاب تعلیم کی تیاری
- آنحضرتؐ کی عورتوں اور بچوں کے لیے رحمت و شفقت
- عورتوں کی تعلیم کا حق

دربارِ خلافت

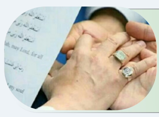

سُبۡحَانَ اللّٰہِ مَاۤ اَعۡظَمَ شَانَکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر جو اعلیٰ درجہ کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا، اُس کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔صرف انسان میں تھا۔یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید و مولی سید الانبیاء سید الاحیاء محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں... اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی اُمّی صادق مصدوق محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ جیسا کہ خود خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۶۳﴾ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۱۶۴﴾ (الانعام:163-164) وَاَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ (الانعام: 154) قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۲﴾ (آل عمران:32) فَقُلۡ اَسۡلَمۡتُ وَجۡہِیَ لِلّٰہِ (آل عمران:21) وَاُمِرۡتُ اَنۡ اُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (المومن:67)

یعنی ان کو کہہ دے کہ میری نماز اور میری پرستش میں جدو جہد اور میری قربانیاں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے اور اس کی راہ میں ہے۔ وہی خدا جو تمام عالموں کا ربّ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مَیں اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ہوں۔یعنی دنیا کی ابتدا سے اس کے اخیر تک میرے جیسا اور کوئی کامل انسان نہیں جو ایسا اعلیٰ درجہ کا فنا فی اللہ ہو۔ جو خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اس کو واپس دینے والا ہو۔‘‘

’’خدا تعالیٰ کی ساری امانتیں اُس کو واپس دینے والا‘‘ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سپرد جتنے بھی کام کئے ہیں، جو ذمہ داریاں ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد جو فرائض و حقوق تھے، اُن کی ادائیگی کی جو انتہا ہوسکتی تھی وہ آپؐ نے فرمائی۔

فرمایا: ’’اس آیت میں اُن نادان موحّدوں کا ردّ ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلّی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متّٰی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو‘‘ (اول تو حدیث کا پتہ نہیں صحیح ہے کہ نہیں۔لیکن اگر مان لیا جائے کہ صحیح بھی ہو) ’’تب بھی وہ بطور انکسار اور تذلّل ہے جو ہمیشہ ہمارے سیّد صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر عباد اللہ لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔غور سے دیکھنا چاہئے کہ جس حالت میں اللہ جلّ شانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ رکھتا ہے اور تمام مطیعوں اور فرمانبرداروں کا سردار ٹھہراتا ہے اور سب سے پہلے امانت کو واپس دینے والا آنحضرت صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرار دیتا ہے تو پھر کیا بعد اس کے کسی قرآن کریم کے ماننے والے کو گنجائش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ میں کسی طرح کا جرح کر سکے۔ خدا تعالیٰ نے آیت موصوفہ بالا میں اسلام کے لئے کئی مراتب رکھ کر سب مدارج سے اعلیٰ درجہ وہی ٹھہرایا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کو عنایت فرمایا۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ سُبۡحَانَ اللّٰہِ مَاۤ اَعۡظَمَ شَانَکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ۔‘‘ فرماتے ہیں، فارسی شعر ہے کہ

’’موسیٰ و عیسیٰ ہمہ خیلِ تُوأند
جملہ دریں راہ طفیلِ تُوأند‘‘

(یعنی موسیٰ اور عیسیٰ سب تیرے ہی گروہ میں سے ہیں اور سب اس راہ میں تیرے ہی طفیل سے ہیں۔)

(خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء بحوالہ الاسلام)

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

(کلام حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ)

(زمانہ طالب علمی کی ایک نظم)

عیسیٰ کو چرخ پہ نہ بٹھاتے تو خوب تھا
احمدؑ کو خاک میں نہ سلاتے تو خوب تھا

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
مردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

قصے کہانیاں نہ سناتے تو خوب تھا
زندہ نشان کوئی دکھاتے تو خوب تھا

اپنے تئیں جو آپ ہی مسلم کہا تو کیا
مسلم بنا کے خود کو دکھاتے تو خوب تھا

تبلیغ دین میں جو لگا دیتے زندگی
بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خوب تھا

دنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یاد خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

(حیات ناصر صفحہ 59-60)

اداریہ

کتاب تعلیم کی تیاری

قسط 35

اس عنوان کے تحت درج ذیل تین عناوین پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں؟

نفس کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟

بنی نوع کے ہم پر کیا کیا حقوق ہیں؟

اللہ کے حضور ہمارے فرائض

•ایک شخص نے سوال کیا کہ وہ کیا راہ ہے جس سے انسان خدا کو پا سکے؟

فرمایا:۔ ’’جو لوگ برکت پاتے ہیں ان کی زبان بند اور عمل ان کے وسیع اور صالح ہوتے ہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے کہ کہنا ایک جانور ہوتا ہے اس کی بد بو سخت ہوتی ہے اور کرنا خوشبو دار درخت ہوتا ہے۔سو ایسا چاہئے کہ انسان کہنے کی نسبت کر کے بہت کچھ دکھائے۔صرف زبان کام نہیں آتی۔ بہت سے ہوتے ہیں جو باتیں بہت بناتے ہیں اور کرتے ہیں۔ نہایت سست اور کمزور ہوتے ہیں۔صرف باتیں جن کے ساتھ روح نہ ہو وہ نجاست ہوتی ہیں۔ بات وہی برکت والی ہوتی ہے جس کے ساتھ آسمانی نور ہو اور عمل کے پانی سے سرسبز کی گئی ہو۔ اس کے واسطے انسان خود بخود ہی نہیں کرسکتا۔ چاہئے کہ ہر وقت خدا سے دعا کرتا رہے اور درد و گداز سے، سوز سے اس کے آستانہ پر گرا رہے اور اس سے توفیق مانگے ورنہ یاد رکھے کہ اندھا مرے گا۔

دیکھو جب ایک شخص کو کوڑھ کا ایک داغ پیدا ہو جاوے تو وہ اس کے واسطے فکرمند ہوتا ہے اور دوسری باتیں اسے بھول جاتی ہیں۔ اسی طرح جس کو رُوحانی کوڑھ کا پتہ لگ جاوے۔ اسے بھی ساری باتیں بھول جاتی ہیں اور وہ سچے علاج کی طرف دوڑتا ہے مگر افسوس کہ اس سے آگاہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ انسان کے واسطے یہ مشکل ہے کہ وہ سچی توبہ کرے ایک طرف سے توڑ کر دوسری طرف جوڑنا نہایت مشکل ہوتا ہے۔ ہاں مگر جسے خدا توفیق دے۔ ہاں ادب سے، حیا سے، شرم سے اُس سے دعا اور التجا کرنی چاہئے کہ وہ توفیق عطا کرے اور جو ایسا کرتے ہیں وہ پا بھی لیتے ہیں اور ان کی سنی بھی جاتی ہے۔

صرف باتونی آدمی مفید نہیں ہوتا۔ کپڑا جتنا سفید ہوتا ہے اور پہلے اس پر کوئی رنگ نہیں دیا جاتا اتنا ہی عمدہ رنگ اس پر آتا ہے۔ پس تو اس طرح اپنے آپ کو پاک کرو تا تم پر خدائی رنگ عمدہ چڑھے۔ اہلِ بیت جو ایک پاک گروہ اور بڑا عظیم الشان گھرانا تھا۔ اس کے پاک کرنے کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا

(الاحزاب:34)

میں بھی ان سے ناپاکی اور نجاست کو دور کروں گا اور خود ہی ان کو پاک کیا تو بھلا اور کون ہے جو خود بخود پاک صاف ہونے کی توفیق رکھتا ہو۔ پس لازمی ہے کہ اس سے دعا کر رہو اور اسی کے آستانہ پر گرے رہو ساری توفیقیں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 60-61 ایڈیشن 2016ء)

• ’’یہ بیعت جو ہے اس کے معنے اصل میں اپنے تئیں بیچ دینا ہے اور اس کی برکات اور تاثیرات اسی شخص سے وابستہ ہیں جیسے ایک تخم زمین میں بویا جاتا ہے اس کی ابتدائی حالت یہی ہوتا ہے کہ گویا وہ کسان کے ہاتھ سے بویا گیا اور اس کا کچھ پتہ نہیں کہ اب وہ کیا ہو گا، لیکن اگر وہ تخم عمدہ ہوتا ہے اور اس میں نشو و نما کی قوت موجود ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے اور اس کسان کی سعی سے وہ اوپر آتا ہے اور ایک دانہ کا ہزار دانہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے انسان بیعت کنندہ کو اوّل انکساری اور عجز اختیار کرنی پڑتی ہے اور اپنی خودی اور نفسانیت سے الگ ہونا پڑتا ہے تب وہ نشو و نما کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن جو بیعت کے ساتھ نفسانیت بھی رکھتا ہے اسے ہرگز فیض حاصل نہیں ہوتا۔صوفیوں نے بعض جگہ لکھا ہے کہ اگر مرید کو اپنے مرشد کے بعض مقامات پر بظاہر غلطی نظر آوے تو اسے چاہئے کہ اس کا اظہار نہ کرے اگر اظہار کرے گا تو حبطِ عمل ہو جاوے گا (کیونکہ اصل میں وہ غلطی نہیں ہوتی صرف اس کے فہم کا اپنا قصور ہوتا ہے) اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دستور تھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس طرح بیٹھتے تھے جیسے سر پر کوئی پرندہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان سر اوپر نہیں اُٹھا سکتا یہ تمام ان کا ادب تھا کہ حتی الوسع خود کبھی کوئی سوال نہ کرتے۔ ہاں اگر باہر سے کوئی نیا آدمی آ کر کچھ پوچھتا تو اس ذریعہ سے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلتا وہ سن لیتے صحابہ بڑے متادّب تھے اس لیے کہا ہے کہ اَلطَّرِیۡقَۃُ کُلُّہَا اَدَبٌ۔ جو شخص ادب کی حدود سے باہر نکل جاتا ہے تو پھر شیطان اس پر دخل پاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کی نوبت ارتداد کی آجاتی ہے اس ادب کو مدِنظر رکھنے کے بعد انسان کو لازم ہے کہ وہ فارغ نشین نہ ہو۔ ہمیشہ توبہ استغفار کرتا رہے اور جو مقامات اسے حاصل ہوتے جاویں ان پر یہی خیال کرے کہ میں ابھی قابل اصلاح ہوں اور یہ سمجھ کر کہ بس میرا تزکیہ نفس ہو گیا وہاں ہی نہ اڑ بیٹھے‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 306 ایڈیشن 2016ء)

• ’’اگر کوئی شخص بیعت کر کے یہ خیال کرتا ہے کہ ہم پر احسان کرتا ہے تو یاد رکھے کہ ہم پر کوئی احسان نہیں بلکہ یہ خدا کا اس پر احسان ہے کہ اس نے یہ موقعہ اس کے نصیب کیا۔سب لوگ ایک ہلاکت کے کنارہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ دین کا نام و نشان نہ تھا اور تباہ ہو رہے تھے۔ خدا نے ان کی دستگیری کی (کہ یہ سلسلہ قائم کیا) اب جو اس مائدہ سے محروم رہتا ہے وہ بے نصیب ہے لیکن جو اس کی طرف آوے۔ اسے چاہئے کہ اپنی پوری کوشش کے بعد دعا سے کام لیوے۔ جو شخص اس خیال سے آتا ہے کہ آزمائش کرے کہ فلاں سچا ہے یا جھوٹا وہ ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کوئی ایسی نظیر نہ پیش کرسکو گے کہ فلاں شخص فلاں نبی کے پاس آزمائش کے لئے آیا اور پھر اسے ایمان نصیب ہوا ہو۔ پس چاہئے کہ خدا کے آگے رووے اور راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر گریہ وزاری کرے کہ خدا اُسے حق دکھاوے‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 347 ایڈیشن 2016ء)

نفس کے حقوق

• ’’صوفیوں نے لکھا ہے کہ اگر چالیس دن تک رونا نہ آوے تو جانو کہ دل سخت ہو گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَلۡیَضۡحَکُوۡا قَلِیۡلًا وَّلۡیَبۡکُوۡا کَثِیۡرًا

(التوبہ:82)

کہ ہنسو تھوڑا اور روؤ بہت مگر اس کے برعکس دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ہنستے بہت ہیں۔ اب دیکھو کہ زمانہ کی کیا حالت ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ انسان ہر وقت آنکھوں سے آنسو بہاتا رہے بلکہ جس کا دل اندر سے رو رہا ہے وہی روتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ دروازہ بند کر کے اندر بیٹھ کر خشوع اور خضوع سے دعا میں مشغول ہو اور بالکل عجز و نیاز سے خدا کے آستانہ پر گر پڑے تا کہ وہ اس آیت کے نیچے نہ آوے جو بہت ہنستا ہے وہ مومن نہیں۔ اگر سارے دن کا نفس کا محاسبہ کیا جاوے تو معلوم ہو کہ ہنسی اور تمسخر کی میزان زیادہ ہے اور رونے کی بہت کم ہے۔ بلکہ اکثر جگہ بالکل ہی نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ زندگی کس قدر غفلت میں گزر رہی ہے اور ایمان کی راہ کس قدر مشکل ہے گویا ایک طرح سے مرنا ہے اور اصل میں اسی کا نام ایمان ہے۔

جب لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں۔ کیا ہم نماز نہیں پڑھتے۔ کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔ ان لوگوں کو حقیقت ایمان کا علم نہیں ہے۔ اگر علم ہوتا تو وہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ اسلام کا مغز کیا ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ حالانکہ خدا کی یہ عادت قدیم سے چلی آئی ہے کہ جب مغز اسلام چلا جاتا ہے تو اس کے از سر نو قائم کرنے کے واسطے ایک کو مامور کر کے بھیج دیتا ہے تا کہ کھائے ہوئے اور مرے دل پھر زندہ کئے جاویں مگر ان لوگوں کی غفلت اس قدر ہے کہ دلوں کی مردگی محسوس نہیں کرتے خدا تعالیٰ فرماتا ہے بَلٰی ٭ مَنۡ اَسۡلَمَ وَجۡہَہٗ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحۡسِنٌ فَلَہٗۤ اَجۡرُہٗ عِنۡدَ رَبِّہٖ ۪ وَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

(البقرہ:113)

یعنی مسلمان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دیوے اور نیک کاموں پر خدا تعالیٰ کے لیے قائم ہو جاوے گویا اس کے قویٰ خدا تعالیٰ کے لیے مر جاتے ہیں گویا وہ اس کی راہ میں ذبح ہو جاتا ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے اس اسلام کا نمونہ دکھلایا کہ ارادہ الٰہی کی بجا آوری میں اپنے نفس کو ذرہ بھی دخل نہ دیا اور ایک ذرا سے اشارہ سے بیٹے کو ذبح کرنا شروع کر دیا۔ مگر یہ لوگ اسلام کی اس حقیقت سے بے خبر ہیں۔ جو کام ہیں ان میں ملونی ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان میں سے رسالہ جاری کرتا ہے تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ روپیہ کماوے بال بچے کا گذارہ ہو۔ ابھی حال میں ایک شخص کا خط آیا ہے لکھتا ہے کہ میں نے عبد الغفور کے مرتد ہونے پر اس کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں ایک رسالہ لکھنا شروع کیا ہے۔ امداد فرماویں۔ ان لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ اسلام کیا شے ہے۔ خدا کی طرف سے کوئی نفخ روح اس میں نہیں لیکن رسالہ لکھنے کو طیار ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے تھا کہ اوّل تزکیہ نفس کے لئے خود یہاں آتا اور پوچھتا اور اوّل خود اپنے اسلام کی خبر لیتا، لیکن عقل، دیانت اور سمجھ ہوتی تو یہ کرتا۔مقصود تو اپنی معاش ہے اور رسالہ کو ایک بہانہ بنایا ہے۔ ہر ایک جگہ یہی بدبو آتی ہے کہ جو کام ہے خدا کے لئے نہیں بیوی بچوں کے لیے ہے۔ جو خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے اور اس کی

تائیدیں اور نصرت کا ہاتھ خود اس کے کاموں سے معلوم ہو جاتی ہیں اور آخر کار انسان مشاہدہ کرتا ہے کہ ایک غیب کا ہاتھ ہے جو اسے ہر میدان میں کامیاب کر رہاہے۔ انسان اگر اس کی طرف چل کر آوے تو وہ دوڑ کر آتا ہے اور اگر وہ اس کی طرف تھوڑا سا رجوع کرے تو وہ بہت رجوع ہوتا ہے۔ وہ بخیل نہیں ہے سخت دل نہیں ہے۔ جو کوئی اس کا طالب ہے تو اس کا اوّل طالب وہ خود ہوتا ہے۔ لیکن انسان اپنے ہاتھوں سے اگر ایک مکان کے دروازے بند کر دیوے تو کیا روشنی اس کے اندر جاوے گی؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال انسان کے قلب کا ہے۔ اگر اس کا قول وفعل خدا کی رضا کے موافق نہ ہوگا اور نفسانی جذبات کے تلے وہ دبا ہوا ہوگا تو گویا دل کے دروازے خود بند کرتا ہے کہ خدا کا نور اور روشنی اس میں داخل نہ ہو، لیکن اگر وہ دروازوں کو کھولے گا تو معاً نور اس کے اندر داخل ہو گا۔

ابدال، قطب اور غوث وغیرہ جس قدر مراتب ہیں یہ کوئی نماز اور روزوں سے ہاتھ نہیں آتے۔ اگر ان سے یہ مل جاتے تو پھر یہ عبادات تو سب انسان بجالاتے ہیں۔سب کے سب ہی کیوں نہ ابدال اور قطب بن گئے۔ جب تک انسان صدق وصفا کے ساتھ خدا کا بندہ نہ ہو گا۔تب تک کوئی درجہ ملنا مشکل ہے۔ جب ابراہیم کی نسبت خدا تعالیٰ نے شہادت دی وَاِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی (النجم:38) کہ ابراہیم وہ شخص ہے جس نے اپنی بات کو پورا کیا۔تو اس طرح سے اپنے دل کو غیر سے پاک کرنا اور محبتِ الٰہی سے بھرنا، خدا کی مرضی کے موافق چلنا اور جیسے ظل اصل کا تابع ہوتا ہے ویسے ہی تابع ہونا کہ اس کی اور خدا کی مرضی ایک ہو کوئی فرق نہ ہو۔ یہ سب باتیں دعا سے حاصل ہوتی ہیں۔ نماز اصل میں دعا کے لئے ہے کہ ہر ایک مقام پر دعا کرے لیکن جو شخص سویا ہوا نماز ادا کرتا ہے کہ اسے اس کی خبر ہی نہیں ہوتی تو وہ اصل میں نماز نہیں۔ جیسے دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ پچاس پچاس سال نماز پڑھتے ہیں، لیکن ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا حالانکہ نماز وہ شے ہے کہ جس سے پانچ دن میں روحانیت حاصل ہوجاتی ہے۔بعض نمازیوں پر خدا نے لعنت بھیجی ہے جیسے فرماتا ہے فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ (الماعون: 5) وَیۡل کے معنے لعنت کے بھی ہوتے ہیں۔ پس چاہئے کہ ادائیگی نماز میں انسان سُست نہ ہو اور نہ غافل ہو۔

ہماری جماعت اگر جماعت بنناچاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ایک موت اختیار کرے۔نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے پوچھا جاوے تو لوگ کہتے ہیں کہ برادری کے بغیر گذارہ نہیں ہوسکتا۔ ایک حرام خور کہتا ہے کہ بغیر حرام خوری کے گذارا نہیں ہوسکتا۔ جب ہر ایک حرام گذارہ کے لیے انہوں نے حلال کرلیا تو پوچھو کہ خدا کیا رہا؟ اور تم نے خدا کے واسطے کیا کیا؟ ان سب باتوں کو چھوڑ نا موت ہے جو بیعت کر کے اس موت کو اختیار نہیں کرتا تو پھر یہ شکایت نہ کرے کہ مجھے بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ جب ایک انسان ایک طبیب کے پاس جاتا ہے تو جو پرہیز وہ بتلاتا ہے اگر اسے نہیں کرتا تو کب شفا پا سکتا ہے، لیکن اگر وہ کرے گا تو یوماً فیوماً ترقی کرے گا تو یہی اصول یہاں بھی ہے‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 308-311 ایڈیشن 2016ء)

بنی نوع کے حقوق

• سیالکوٹ کے ضلع کا ایک نمبردار تھا۔ اس نے بیعت کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور اپنی زبان مبارک سے کوئی وظیفہ بتادیں۔

’’فرمایا کہ نمازوں کو سنوار کر پڑھو کیونکہ ساری مشکلات کی یہی کنجی ہے اور اسی میں ساری لذات اور خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ صدق دل سے روزے رکھو۔ صدقہ وخیرات کرو۔ درود اور استغفار پڑھا کرو۔ اپنے رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو۔ ہمسایوں سے مہربانی سے پیش آؤ۔ بنی نوع بلکہ حیوانوں پر بھی رحم کرو اور ان پر بھی ظلم نہ چاہئے۔ خدا سے ہر وقت حفاظت چاہتے رہو کیونکہ ناپاک اور نامراد ہے وہ دل جو ہر وقت خدا کے آستانہ پر نہیں گرا رہتا وہ محروم کیا جاتا ہے۔ دیکھو اگر خدہی حفاظت نہ کرے تو انسان کا ایک دم گذارہ نہیں۔ زمین کے نیچے سے لے کر آسمان کے اوپر تک کا ہر طبقہ اس کے دشمنوں کا بھرا ہوا ہے۔ اگر اسی کی حفاظت شاملِ حال نہ ہو تو کیا ہوسکتا ہے۔ دعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ ہدایت پر کاربند رکھے۔ کیونکہ اس کے ارادے دو ہی ہیں۔ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا جیسا کہ فرماتا ہے ۔یُضِلُّ بِہٖ کَثِیۡرًا ۙ وَّیَہۡدِیۡ بِہٖ کَثِیۡرًا (البقرہ:27) پس جب اس کے ارادے گمراہ کرنے پر بھی ہیں تو ہر وقت دعا کرنی چاہئے کہ وہ گمراہی سے بچاوے اور ہدایت کی توفیق دے۔ نرم مزاج بنو کیونکہ جو نرم مزاجی اختیار کرتا ہے خدا بھی اس سے نرم معاملہ کرتا ہے۔ اصل میں نیک انسان تو اپنا پاؤں بھی زمین پر پھونک پھونک کر احتیاط سے رکھتا ہے تا کسی کیڑے کو بھی اس سے تکلیف نہ ہو۔ غرض اپنے ہاتھ سے، پاؤں سے، آنکھ وغیرہ اعضاء سے کسی کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچاؤ اور دعائیں مانگتے رہو‘‘

مرزا خدا بخش صاحب مالیر کوٹلہ سے تشریف لائے تھے۔ ان سے وہاں کے جلسہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ انہوں نے سنایا کہ ایک شخص نے یوں اعتراض کیا کہ اسلام میں جو چار بیویاں رکھنے کا حکم ہے یہ بہت خراب ہے اور ساری بداخلاقیوں کا سرچشمہ ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

’’چار بیویاں رکھنے کا حکم تونہیں دیا بلکہ اجازت دی ہے کہ چار تک رکھ سکتا ہے اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ چار ہی کو گلے کا ڈھول بنالے۔ قرآن کا منشاء تو یہ ہے کہ چونکہ انسانی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس واسطے ایک سے لے کر چار تک کی اجازت دے دی ہے ایسے لوگ جو ایک اعتراض کو اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں اور پھر وہ خود اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کا ایمان کیسے قائم رہ جاتا ہے۔ وہ تو اسلام کے معترض ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک مقنن کو قانون بنانے کے وقت کن کن باتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔ بھلا اگر کسی شخص کی ایک بیوی ہے اسے جذام ہوگیا ہے یا آتشک میں مبتلا ہے یا اندھی ہوگئی ہے یا اس قابل ہی نہیں کہ اولاد اس سے حاصل ہو سکے وغیرہ وغیرہ عوارض میں مبتلا ہو جاوے تو اس حالت میں اب اس خاوند کو کیا کرنا چاہئے کیا اسی بیوی پر قناعت کرے؟ ایسی مشکلات کے وقت وہ کیا تدبیر پیش کرتے ہیں۔ یا بھلا اگر وہ کسی قسم کی بدمعاشی زنا وغیرہ میں مبتلا ہوگئی تو کیا اب اس خاوند کی غیرت تقاضا کرے گی کہ اسی کو اپنی پُرعصمت بیوی کا خطاب دے رکھے؟ خدا جانے یہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اندھے کیوں ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ مذہب ہی کیا ہے جو انسانی ضروریات کو ہی پورا نہیں کرسکتا۔ اب ان مذکورہ حالتوں میں عیسویت کیا تدبیر بتاتی ہے؟ قرآن شریف کی عظمت ثابت ہوتی ہے کہ انسانی کوئی ایسی ضرورت نہیں جس کا پہلے سے ہی اس نے قانون نہ بنا دیا ہو۔ اب تو انگلستان میں بھی ایسی مشکلات کی وجہ سے کثرت ازدواج اور طلاق شروع ہوتا جاتا ہے۔ ابھی ایک لارڈ کی بابت لکھا تھا کہ اس نے دوسری بیوی کر لی آخر اسے سزا بھی ہوئی مگر وہ امریکہ میں جارہا۔

غور سے دیکھو کہ انسان کے واسطے ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں یا نہیں کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرے جب ایسی ضرورتیں ہوں اور ان کا علاج نہ ہو تو یہی نقص ہے جس کے پورا کرنے کو قرآن شریف سی اتم اکمل کتاب بھیجی ہے‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 236-238 ایڈیشن 2016ء)

(ترتیب وکمپوزنگ: خاقان احمد صائم وفضلِ عمر شاہد، لٹویا)

معاشرے میں عورت کا کردار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ گھانا کے جلسہ سالانہ 2004 ء کے خطاب میں خاص طور خواتین سے بھی چند منٹ کے لئے خطاب فرمایا۔حضور انور نے فرمایا:

’’خواتین کا معاشرے میں ایک اہم کردار ہے۔ ایک عورت کا بنیادی کردار اس کے گھر سے شروع ہوتا ہے جہاں وہ ایک بیوی اور ایک ماں کی حیثیت سے عمل کر رہی ہوتی ہے یا مستقبل کی ماں کی حیثیت سے اگر ابھی شادی نہیں ہوئی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہماری توجہ اس طرف مبذول کروائی ہے کہ ہمیشہ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو۔ اگر عورتیں اس بات کو سمجھ لیں اور خدا کا خوف کرنے لگیں اور تقویٰ کی راہوں پر چلیں تو وہ اس قابل ہوجائیں گی کہ ایک انقلاب معاشرے میں پیدا کر دیں۔ ایک عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اور جب خاوند گھر پر نہ ہو تو وہ اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت پر زیادہ توجہ دے‘‘

پھر فرمایا: ’’پس اے احمدی عورتو! تم اپنے اس اعلیٰ مقام کو پہچانو اور اپنی نسلوں کو معاشرے کی برائیوں سے بچاتے ہوئے ان کی اعلیٰ اخلاقی تربیت کرو اور اس طرح سے اپنی آئندہ نسلوں کے بچاؤ کی ضمانت بن جاؤ۔ اللہ ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو اس کے احکام کو وقعت نہیں دیتے۔ اللہ آپ کو اپنا مقام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ اپنی آئندہ نسل کو سنبھالنے والی بن سکیں۔ آمین‘‘

(الازھار لذوات الخمار جلد سوم حصہ اول)

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

آنحضرت ﷺ کی عورتوں اور بچوں کے لیے رحمت و شفقت

’’جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔‘‘

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۲﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۳﴾

تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی رحمتیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک عمومی اور ایک خصوصی یعنی ایک وہ رحمتیں ہوتی ہیں جو صفت رحمانیت کے ماتحت ہوتی ہیں اور مومن اور کافر سب کو ملتی ہیں اور ایک وہ رحمتیں ہوتی ہیں جو خاص طور پر اعلیٰ درجے کے کارکنوں کو ملتی ہیں جو جزا کے طور پر ہوتی ہیں اور صفت رحیمیت کے تحت نازل ہوتی ہیں‘‘

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 120)

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے کئی جلوے ہیں۔ کبھی وہ اپنی رحمت ہی اپنے کسی پیارے کو عنایت فرما دیتا ہے جیسا کہ فرمایا

وَوَھَبۡنَا لَھُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِنَا

اور کبھی اپنے محبوب کو ہی رحمت بنا دیتا ہے۔ رحمت کا یہ اعلیٰ ترین مقام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا فرمایا

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(الانبیاء:108)

اور ہم نے تجھے عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اور قلبِ محمد ﷺ کو محبت، نرمی، شفقت، مہربانی عفو و درگزر اور معافی کے جذبات سے بھر دیا۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ اربعہ بیان ہوئی ہیں آنحضرت ﷺ ان چاروں صفات کے مظہر کامل تھے۔مثلاً پہلی صفت ربّ العالمین ہے آنحضرت ﷺ اس کے بھی مظہر ہوئے جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ جیسے ربّ العالمین عام ربوبیت کو چاہتا ہے اسی طرح پر آنحضرت ﷺ کے فیوض و برکات اور آپؐ کی ہدایت و تبلیغ کل دنیا اور کل عالموں کے لئے قرار پائی۔‘‘

(الحکم جلد 7 نمبر 29 مورخہ 10؍اگست 1903ء صفحہ 20)

نبیٔ رحمتؐ تشریف لائے۔ صدیوں کی تپتی ہوئی خشک زمین پر ابر رحمت برسنے لگا۔ پہلی بارش کی سوندھی خوشبو فضا میں پھیلی ہر طرف زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔سب سے کمزور، معتوب اور مظلوم طبقۂ اناث نے ایک مژدۂ جانفزا سنا کہ سب انسان برابر ہیں۔

یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡھَا زَوۡجَھَا وَبَثَّ مِنۡھُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِہٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا

(النساء:2)

اے لوگو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر ان دونوں میں سے مَردوں اور عورتوں کو بکثرت پھیلا دیا۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے نام کے واسطے دے کر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رِحموں (کے تقاضوں) کا بھی خیال رکھو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔

رسوم و رواج اور جھوٹی غیرت کی بھینٹ چڑھی ہوئی مظلوم عورت کو یہ زندگی بخش پیغام بہت خوشگوار لگا جیسے ایک مجسّم رحمتؐ نے اُس کے سر سے منوں مٹی ہٹا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر قعرِ مذلّت سے نکال کر اشرف المخلوقات کی مسند پر بٹھا دیا ہو۔ بے اختیار اپنے محسن نبیٔ رحمت پر دُرود بھیجنے لگی۔ یہ ساری کیفیت حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ نے انتہائی خوب صورتی سے اپنی مشہور عارفانہ نظم میں پیش فرمائی ہے۔ ہم اس نظم کے ساتھ چلتے ہیں اور سب مل کر حمد و درود میں شامل ہوتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکۡثَرَ مِمَّا صَلَّیۡتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنۡ اَنۡبِیَآئِکَ وَبَارِکۡ وَسَلِّمۡ۔

رکھ پیشِ نظر وہ وقت بہن! جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جُھوٹی غیرت کا خُوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی

بہنو! وہ وقت وہ حالت اور حیثیت نظر کے سامنے لاؤ جب تمہیں اس دنیا میں آتے ہی مصیبت سمجھ کر جان چھڑانے کے لیے زندہ ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔تمہاری پیدائش سے کسی کو خوشی نہیں ہوتی تھی بلکہ گھر میں سوگ کی کیفیت طاری ہوجاتی دَر و دیوار رونے پیٹنے لگتے۔تمہاری آمد کی خبر باپ کے لیے خاص طور پر ناقابل برداشت ہوتی۔ اُس کی جھوٹی غیرت و حمیّت کا خون جوش مارنے لگتا اور وہ کسی نہ کسی طرح اس بدنامی کے داغ کو مٹا دینا چاہتا تھا اور ماں کو جب پتہ لگتا کہ اس نے بیٹی کو جنم دیا ہے تو وہ اس کے اور اپنے حشر کا سوچ کر ایسی خوف زدہ ہوجاتی جیسے وہ ننھی سی بچی نہ ہو ایک زہریلا سانپ ہو۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمۡ بِالۡاُنۡثٰی ظَلَّ وَجۡھُہٗ مُسۡوَدًّا وَّھُوَ کَظِیۡمٌ ﴿۵۹﴾ یَتَوَارٰی مِنَ الۡقَوۡمِ مِنۡ سُوۡٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ ؕ اَیُمۡسِکُہٗ عَلٰی ھُوۡنٍ اَمۡ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ﴿۶۰﴾

(النحل:59-60)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ (اسے) ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس (خبر) کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اُسے دی گئی۔ کیا وہ رسوائی کے باوجود (اللہ کے) اُس (احسان) کو روک رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے؟ خبردار! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

نبی کریمؐ کے سامنے بچیوں پر ظلم کے واقعات بیان کیے جاتے تو آپؐ کو بہت دکھ ہوتا۔ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو گڑھے میں گاڑ دینے کا دردناک واقعہ سنایا کہ وہ ابا ابا کہتی رہ گئی مگر اُسے ترس نہ آیا اور اُسے زندہ دفن کر کے چھوڑا۔ یہ سن کر نبی کریمؐ کا دل بھر آیا اور فرمانے لگے کہ جب وہ معصوم ابا ابا کہہ رہی تھی تو تمہیں اُس پر رحم نہ آیا۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے اسلام لانے سے پہلے کا ایک واقعہ بیان کیا کہ اس نے اپنی گیارہ سالہ بیٹی کو گڑھا کھود کر زبردستی گڑھے میں دھکیل کر اُوپر سے مٹی ڈالنی شروع کر دی۔ وہ بچی بہت چیخی چلاّئی لیکن میں برابر اپنا کام کیے گیا۔ یارسول اللہؐ! آج بھی اُس بچی کی دردناک چیخیں میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ اور میرا دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ آنحضرت ﷺ یہ واقعہ سُن رہے تھے اور آپؐ کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

(خلاصہ سنن دارمی جلد 1 صفحہ 3)

یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خُون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ! تری کیا عزت تھی؟
تھا موت سے بدتر وُہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

لڑکیوں سے نفرت کی شدت نے خونی رشتوں میں بے رحمی کی آگ بھڑکا دی تھی۔ باپ جس کے خون سے بچہ بنتا ہے ماں جو اپنی کوکھ میں دکھ اٹھا کر پالتی اور جنم دیتی ہے اس رحمی تعلق اور فطری لگاؤ کو بھلا کر جانی دشمن بن جاتے گویا عورت ذات سے نفرت نے ان کی فطرت مسخ کر دی تھی۔ معاشرے کا دباؤ کیسے کیسے غلط کام کرا دیتا ہے عورت کی کوئی قدر و قیمت اور عزت نہ تھی وہ ایک مفت کا کھلونا سمجھی جاتی تھی۔ اوّل تو اس کا زندہ رہنا ہی مشکل تھا۔اگر کسی طرح بچ جاتی تو اس کی زندگی اتنی تکلیف دِہ ہوتی کہ اس سے مرجانا ہی بہتر ہوتا۔موت یہی نہیں ہوتی کہ کوئی گلا گھونٹ دے بلکہ عزت نفس کا کچلا جانا اور مر مر کے جینا بھی ایک طرفہ عذاب ہوتا ہے۔

عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
گویا تُو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
یہ جُرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی

عورت کا جرم اور قصور صرف یہ تھا کہ وہ عورت ذات تھی اس پر ہر قسم کا ظلم ہوسکتا تھا۔مردوں کی اجارہ داری کے معاشرہ میں وہ ہر طرح کی بے درد ایذادہی کے لیے آسان نشانہ تھی۔ اس کا کوئی ہمدرد نہیں تھا وہ کسی طرح بھی رحم کے قابل نہیں سمجھی جاتی تھی صرف موت ہی اس کو ان اذیتوں سے نجات دلا سکتی تھی۔

عورت کو سنگریزے اور پتھر کی طرح ٹھوکروں میں رکھا جاتا جس کے کوئی احساسات اور جذبات نہ ہوں جیسے وہ کوئی مفت کا مال ہو جسے بیچا اور خریدا جاسکتا تھا ترکے میں بانٹا جاسکتا تھا۔عورت انسان نہیں ایک چیز تھی جس کی ملکیت تبدیل ہوتی رہتی تھی مگر اس کا نصیب تبدیل نہیں ہوتا تھا۔مرد ایک وقت میں کئی کئی شادیاں کر سکتے تھے اور جب چاہے بیوی کو طلاق دے کر گھر سے باہر پھینک سکتے تھے۔ بیوہ عورت شوہر کی وراثت میں تقسیم ہوتی تھی۔مرد کے قریبی رشتہ دار (مثلاً بڑا سوتیلا بیٹا) عورت کے سب سے زیادہ حق دار سمجھے جاتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو خود اس عورت سے شادی کر لیتے۔ ورنہ کسی اور کو دے دیتے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ النساء باب لایحل لکم أن ترثوا النساء کرھا)

اسلام سے پہلے عورتوں کی حالت کے بارے میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’عورتوں میں پردے کی رسم نہ تھی بلکہ وہ کھلی پھرتی تھیں۔تعدّد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی اور جتنی بیویاں کوئی شخص رکھنا چاہتا تھا رکھتا تھا

بعض اوقات باپ کی منکوحہ پر بیٹا وارث کے طور پر قبضہ کر لیتا تھا۔ اور دو حقیقی بہنوں سے بھی ایک وقت میں شادی کر لیتے تھے مگر ان باتوں کو اشرافِ عرب اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ عرب میں طلاق کا عام رواج تھا اور خاوند جب چاہتا بیوی کو الگ کر سکتا تھا۔ لڑکیوں کے زندہ دفن کر دینے کی رسم بھی عرب میں تھی مگر یہ رسم خاص خاص قبائل میں تھی عام نہ تھی‘‘۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 59)

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰ ﷺ نبیوں کا سردار

بہنو! تمہاری اس حالت پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کو بھیجا آپ وہ جواں مرد ہیں جنہوں نے عورتوں کو اپنے سایۂ عاطفت، مروت، محبت اور حمایت میں لے لیا۔ آپ نے انہیں سارے ظلموں سے نجات دلائی قرآنی ارشاد کے مطابق ان کے حقوق بتائے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(البقرۃ:229)

اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مَردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مردوں کا) اُن پر ہے

گویا انسانی، اخلاق اور مذہبی حقوق میں اسے مرد کے مساوی قرار دیا۔

اس دور جہالت میں عورت کے ساتھ نفرت اور حقارت کے جذبات زائل کر کے عزت کا مقام دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنایا کہ...

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

(الحجرات:14)

...بلا شبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

اور تقویٰ حاصل کرنے کی راہیں دونوں اصناف کے لیے برابر کھلی ہیں۔

اَنِّيْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

(آل عمران:196)

میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔

جب اللہ کی خوشنودی بلا تخصیص ہے تو دوسری باتوں میں فرق کیوں ہو۔

ہمارے آقا و مولا ﷺ نے اپنے عمل سے عورت کی قدر کرنے کی تلقین فرمائی۔ فرمایا:

’’مجھے تمہاری دنیا کی جو چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں ان میں اول نمبر پر عورتیں ہیں۔ پھر اچھی خوشبو مجھے محبوب ہے مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبت الٰہی میں ہی ہے‘‘

(نسائی کتاب عشرۃ النساء باب حب النساء)

صدیوں سے عورت ذات سے شدید نفرت کرنے والوں کے ذہن کو نفرت سے ہٹا کر اپنے برابر سمجھنے اور عزت کا مقام دینے کے لیے آپ نے کیا تدبیر کی؟ سخت سے سخت سزائیں، گرفتاریاں، کوڑے، مقدمے، قید و بند پھانسی؟ نہیں یہ تدبیریں دل نہیں بدلتیں۔ آپ نے تو دل بدلے۔ ان میں اللہ کی محبت ڈالی، اللہ کا خوف ڈالا اور پھر ان کے حقوق سلب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف دلایا اور خوش اسلوبی سے پیش آنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کی بشارت دی۔ یہی کارگر طریق ہے جس سے انقلاب آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا شخص وہ ہے جو ان میں سے سب سے بہتر اخلاق کا مالک ہے اور تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرنے والے ہیں۔‘‘

(ترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

یہ انقلاب آفریں مژدہ عرب کے صحراؤں کے لیے نیا تھا۔ دنیا کے کسی مذہب نے عورتوں کو اتنے حقوق نہیں دیے۔ حتیٰ کہ آج اکیسویں صدی میں بھی کہیں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں جو پندرہ سو سال پہلے عرب کے اس عظیم الشان نبیؐ نے دیا تھا۔ ریاست کے معاملات میں خواتین کو رائے دینے کا حق، مشورے کو اہمیت، معاشرتی تعمیر و ترقی میں مردوں کی طرح کردار ادا کرتے ہوئے چشم فلک نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سارے احسانات کو یاد کرتے ہوئے واجب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر کریں اور اپنے محسن حضرت محمد ﷺ پر دن میں سو سو بار درود و سلام بھیجیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ

قیمتی متاع کی حفاظت

’’دنیا راحت و آرام کے سامانوں سے بھری پڑی ہے لیکن سب سے بہتر متاع صالح عورت ہے۔‘‘ (ابن ماجہ ابواب النکاح صفحہ 134)

آپ نے اس قیمتی متاع کی حفاظت کے لیے ان سارے راستوں پر پہرے بٹھا دیے جہاں سے اس کو خطرہ ہو سکتا تھا۔ گھر میں باپ، بھائی، شوہر، بیٹا اس کی حفاظت کریں اور اسے ضروریات زندگی نان نفقہ گھر میں مہیا کرنا ان کی ذمہ داری ہے۔ اگر باہر جائے تو بھوکی نظروں سے بچنے کے لیے حجاب لے کر جائے۔ حیا عورت کا زیور ہے۔ ایسے وقار سے رہے کہ کوئی گندی نظر سے دیکھنے کی جرأت نہ کرے۔ تعلیم حاصل کرنے، روزی کمانے یا کسی بھی ضرورت کے لیے گھر سے باہر جانا پڑے تو غیر مردوں سے خلا ملا نہ ہو۔ اسی طرح گھر میں آنے والے غیر مردوں سے بھی حجاب رکھا جائے عورت گھر کی ملکہ اور نگران ہے گھر میں سکون اور طمانیت کا ماحول پیدا کرنا عورت کے فرائض میں شامل ہے۔

عفت ہے، حیا ہے، نیکی ہے، جنت ہے، سکینت ہے عورت
عورت تو گھر کی زینت ہے یہ سامانِ تشہیر نہیں

عورت کی ہر حیثیت میں عزت و تکریم

عورت ماں ہو تو یہ ارشاد سائبان بن جاتا ہے

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

یعنی ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے، بیوی ہو تو یہ ارشاد تقویت دیتا ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ

یعنی سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہے۔ اور گھر والوں سے بہترین سلوک میں میرا طرز عمل تم میں سے سب سے بہترین ہے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب فضل أزواج النبی ﷺ)

عورت بیٹی ہو تو حضرت فاطمہؓ سے پیار بھرا برتاؤ لطف دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ سے ملنے کے لیے آتیں تو حضورؐ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے۔ ان کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ (سنن ترمذی کتاب المناقب باب مناقب فاطمہ) آپ نے بیٹیوں سے حسن سلوک کا اجر جنت بتایا۔

يَا رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَآئِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانِ

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 593)

عورت کی تعلیم و تربیت

علم کا حصول مرد اور عورت کے لیے یکساں فرض قرار دیا۔ آپ کے خطبات وخطابات مرد عورت سب سنتے۔ اس کے علاوہ عورتوں کو الگ سے بھی خطاب فرماتے۔ آپ نے عورتوں کی درخواست پر ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک الگ دن مقرر فرمایا تھا جس میں ان کو وعظ فرماتے اور ان کے سوالوں کے جواب دیتے تھے۔ ایک موقع پر نبی کریمؐ نے یہ اظہار فرمایا کہ بالعموم عورتیں مرد کے مقابل پر ذہنی صلاحیتوں میں نقص کے باوجود ایسی استعدادیں رکھتی ہیں کہ مردوں پر غالب آجاتی ہیں۔ شادی کے لیے کسی خاتون کو ترجیح دینا اس کے خاندان اس کے مال اس کے حُسن کو نہیں اس کے ذاتی تقویٰ اور دینداری کو قرار دیا۔

تعلیم نے عورتوں میں جراتِ اظہار پیدا کی اب وہ گونگی نہ تھیں زبان مل گئی تھی۔ اس تبدیلی کو حضرت عمر فاروقؓ نے اس طرح محسوس کیا ’’خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی ان کو حقدار بنا دیا۔ ایک دن میں اپنے کسی معاملہ میں سوچ رہا تھا کہ میری بیوی بولی اگر آپ اس طرح کر لیتے تو ٹھیک ہوتا۔ مَیں نے کہا تمہیں میرے معاملہ میں دخل اندازی کی جرأت کیوں ہوئی؟ وہ کہنے لگی تم چاہتے ہو کہ تمہارے آگے کوئی نہ بولے اور تمہاری بیٹی رسول اللہؐ کے آگے بولتی ہے۔‘‘

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ التحریم باب 386)

حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ فرمانا کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو۔ عورت کے تفقہ فی العلم پر اعتماد کا اظہار ہے۔

عورتوں کے جذبات کا خیال

’’عورتوں کے جذبات کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایک دفعہ نماز میں آپ کو ایک بچہ کے رونے کی آواز آئی تو آپ نے نماز جلدی جلدی پڑھا کر ختم کر دی۔ پھر فرمایا ایک بچہ کے رونے کی آواز آئی تھی میں نے کہا اس کی ماں کو کتنی تکلیف ہو رہی ہو گی۔ چنانچہ میں نے نماز جلدی ختم کر دی تا کہ ماں اپنے بچہ کی خبر گیری کر سکے۔‘‘

(بخاری کتاب الاذان باب من اخف الصلوٰۃ)

جب آپ ایسے سفر پر جاتے جس میں عورتیں بھی ساتھ ہوتیں تو ہمیشہ آہستگی سے چلنے کا حکم دیتے ایک دفعہ ایسے ہی موقع پر جبکہ سپاہیوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں اور اونٹوں کی نکیلیں اٹھا لیں آپ نے فرمایا۔ رِفْقًا بِالْقَوَارِيْرِ۔ کیا کرتے ہو عورتیں بھی ساتھ ہیں اگر تم اس طرح اونٹ

دوڑاؤ گے تو شیشے چکنا چور ہو جائیں گے۔

(بخاری کتاب الادب باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب)

آپؐ نے عورتوں کے لیے قواریر آبگینے کا لفظ استعمال فرمایا جس سے عورت کی نزاکت۔کمزوری اور زودحسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے ساتھ احتیاط سے برتاؤ کرنے اور حسن سلوک کرنے کا ارشاد فرمایا جیسے شیشے کے سامان کی پیکنگ پر لکھا ہوتا ہے اس میں نازک سامان ہے احتیاط رکھیے۔

پھر آپؐ نے عورت کو پسلی سے مشابہ قرار دیا۔ یہ بھی اس کی نزاکت طبع کی طرف اشارہ ہے۔فرمایا عورتوں سے زیادہ سختی کا معاملہ نہ کیا کرو اگر تم زیادہ زور دو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہو سکے گی۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے۔ باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔‘‘

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 44-45 ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

نبی کریمؐ نے عیدین کے موقع پر تمام عورتوں اور بچیوں کو اسلامی تہواروں میں شریک کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ اگر کسی لڑکی کے پاس پردہ کے لیے چادر نہ ہو تو وہ کسی سے ادھار لے لے اور وہ عورتیں بھی جنہوں نے نماز نہیں پڑھنی اجتماع عید میں شامل ہو کر دعا میں ضرور شریک ہو جائیں۔

(بخاری، کتاب العیدین باب 20)

ورثہ میں عورت کا حصہ

آپؐ نے قرآنی تعلیم کے مطابق لڑکیوں کو بھی ماں باپ کے ورثہ میں حقدار قرار دیا۔اسی طرح ماں اور بیویوں بیٹوں اور شوہروں کے ورثہ میں اور بعض صورتوں میں بھائیوں کے ورثہ میں بہنوں کا حصہ بھی قائم کیا۔ نیز عورت کو اپنے مال کا مالک اور مختار قرار دیا۔ وہ جیسے چاہے استعمال کرے۔ خاوند عورت کی مرضی کے بغیر اس کا مال استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔عورتوں کو حصہ نہ دینا بڑا ظلم ہے مال سے محروم کرنا ایک طرح زندہ درگور کرنا ہے۔اس طرح حاصل کیا ہوا سرمایہ حلال نہیں ہو سکتا۔اپنی ہی نسل اپنے ہی خون پر زیادتی کرنا اور اسے کمتر ذلیل سمجھ کر حق سے محروم کرنا، جائز حق ادا کرنے کی بجائے فرضی معافیاں فرضی ادائیگیاں تقویٰ اور دیانت کے خلاف ہیں، نفس کے بہانے ہیں۔

یتیم بچیوں کے حقوق کی کوئی ضمانت نہ تھی۔بعض دفعہ ایسی مالدار یتیم لڑکیوں کے ولی ان کے مال پر قبضہ کرنے کے لیے خود ان سے شادی کر لیتے تھے اور حق مہر بھی اپنی مرضی کے مطابق معمولی رکھتے تھے۔قرآن شریف میں ان بدرسوم سے بھی روکا گیا۔ اور ارشاد ہوا کہ یتیم بچیوں سے انصاف کا معاملہ کرو۔

اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا (الکہف:74)

مال اور لڑکے (جن کی خاطر تم لڑکیوں کا حق مارتے ہو) محض اس ورلی زندگی کی عارضی زینت ہیں لیکن قائم اور دائم رہنے والی نیکی وہ ہے جو خدا کے حضور ثواب کا موجب اور اگلے جہان کی اُمید گاہ ہو۔

ورثہ کا حق دراصل کئی حقوق کا مجموعہ ہے جو عورت کے معاملات میں انصاف کا درس دیتا ہے۔

نکاح شادی طلاق وغیرہ کے معاملات میں عورتوں کو بااختیار کیا

اسلام کی تعلیم کے مطابق والدین کو ولی کی حیثیت سے لڑکیوں کے لیے مناسب ہم پلّہ رشتے تلاش کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ نکاح میں لڑکی کی رضامندی ضروری قرار دی۔ آپ ﷺ نے خود ایک ایسی لڑکی کو، جس کے والدین نے اُس کی رضا کے برخلاف نکاح کر دیا تھا، حق دیا کہ وہ چاہے تو اس نکاح کو منسوخ کروا دے۔

نیز ظالم، ناکارہ، ناپسندیدہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع اور فسخ نکاح کے وسیع اختیارات دیے۔ بیوہ اور مطلقہ عورت کو نکاح کا حق دیا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں فیصلہ کے متعلق ولی سے زیادہ حق رکھتی ہے۔

(بخاری کتاب النکاح)

خاوند کی وفات کے بعد عدّت گزارنے کا طریق آسان بنایا جو پہلے بہت ظالمانہ اور رسوا کُن تھا۔ اسے ایک سال تک بدترین لباس پہنا کر گھر سے الگ تھلگ ویران حصہ میں رہنا پڑتا۔ عورت کے کردار پر بہتان لگانے والے کی سزا مقرر کی۔

خلقی کمزوری کی وجہ سے دینی امور میں سہولتیں

آنحضورؐ کے زمانے میں تلوار سے جہاد ہو رہا تھا اس کے ثواب کی حرص میں عورتوں کا بھی دل چاہتا تھا۔کہ مردوں کی طرح وہ بھی ثواب حاصل کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مردوں کے گھر سے جانے کے بعد گھر اور بچے سنبھالنے کا ثواب بھی جہاد جتنا ہے۔ آپؐ نے عورتوں اور بچوں کو نماز جمعہ پڑھنے سے مستثنیٰ کر دیا۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ

’’غلام اور عورت اور بچہ اور مریض یہ سب مجبوری کے زُمرہ میں آتے ہیں۔‘‘

(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ حدیث 1067)

یہ استثناء ان کی سہولت کے لیے دیا گیا ہے تا کہ اس بات کا عورتوں کو قلق نہ رہے کہ وہ مردوں سے پیچھے رہ گئیں۔عورتوں پر مسجد جا کر نماز باجماعت فرض نہیں ہے۔ اگرچہ بالکل منع بھی نہیں کیا گیا۔ اسلام سے پہلے عورت کی ناقدری اور ذلت کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اسے سب گھر والوں سے جدا رہنا پڑتا تھا۔ خاوند کے ساتھ بیٹھنا تو دور کنار اہل خانہ بھی اس سے میل جول نہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے معاشرتی برائی کو دور کیا۔ حیض ایک تکلیف دہ عارضہ ہے ان ایام میں صرف ازدواجی تعلقات کی ممانعت ہے عام معاشرت ہرگز منع نہیں

(البقرہ:223)

آپ ﷺ بیویوں کے مخصوص ایام میں ان کا زیادہ خیال رکھتے۔ ان کے ساتھ مل بیٹھتے۔ بستر میں ان کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔ (ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب فی مواکلۃ الحائض)

اسلام پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ عورت کو سزا دینے کی اجازت ہے۔

اگرچہ یہ اجازت بھی گھروں کا امن قائم رکھنے کے لیے تھی جو کچھ شرائط کے ساتھ اجازت دی، مگر اس خیال سے کہ اس رخصت کا غلط استعمال نہ ہو اس سے بھی منع فرمایا لَاتَضۡرِبُوۡآ اِمَآءَ اللّٰہِ۔ عورتیں تو اللہ تعالیٰ کی لونڈیاں ہیں، ان پر دست درازی نہ کیا کرو۔ عورتوں پر سختی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ لَیۡسَ اُولٰٓئِکَ بِخِیَارِکُمۡ۔ یعنی یہ لوگ تمہارے اچھے لوگوں میں سے نہیں ہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب فی ضرب النساء)

ہمیشہ کے لیے دستور العمل

آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں عورتوں کے حقوق کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں کہ یہ بیچاریاں تمہارے پاس قیدیوں کی طرح ہی تو ہوتی ہیں۔تمہیں ان پر سخت روی کا صرف اسی صورت میں اختیار ہے کہ اگر وہ کسی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم اپنے بستروں میں ان سے جدائی اختیار کر سکتے ہو یا اس سے اگلے قدم کے طور پر انہیں کچھ سرزنش کرتے ہوئے سزا بھی دے سکتے ہو مگر سزا بھی ایسی جس کا جسم کے اوپر کوئی نشان یا اثر نہ پیدا ہو۔ اگر وہ اطاعت کر لیں تو پھر ان کے لیے کوئی اور طریق اختیار کرنا مناسب نہیں۔

یاد رکھو جس طرح تمہارے عورتوں کے اوپر کچھ حقوق ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ حق ہیں جو تم پر عائد ہوتے ہیں۔تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے لیے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہوں اور تمہاری مرضی کے سوا کسی کو تمہارے گھر میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ اور ان کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ لباس میں، پوشاک میں اور کھانے پینے میں احسان کا سلوک کرنے والے ہو اور جس حد تک توفیق اور استطاعت ہے، ان سے حسن سلوک کرو۔

(سنن الترمذی کتاب الرضاع باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا۔ 1083)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ وَبَارِکۡ عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ بِعَدَدِ ھَمِّہٖ وَغَمِّہٖ وَحُزۡنِہٖ لِھٰذِہِ الۡاُمَّۃِ وَ اَنۡزِلۡ عَلَیۡہِ اَنۡوَارَ رَحۡمَتِکَ اِلَی الۡاَبَدِ

(برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 7)

اے اللہ آپؐ پر اور آپ کی آل پر اس قدر درود اور سلام اور برکات بھیج جس قدر آپؐ نے اس اُمت کی خاطر ہم وغم اُٹھایا۔ اور ابد الآباد تک آپؐ پر اپنی رحمت کے انوار نازل فرما۔

آنحضورؐ کی بچوں پر رحمت

رسول کریم ﷺ بچوں کے لیے بھی بارانِ رحمت ہیں۔ اس زمانہ میں بچوں کو اخراجات اور ذمہ داریوں میں اضافے کے خوف سے پسند نہیں کیا جاتا تھا حتّٰی کہ بعض قبائل میں لڑکیوں کو تو زندہ ہی دفن کر دیا جاتا تھا۔ آپؐ نے قرآنی ارشاد کے مطابق قتل اولاد سے منع فرمایا۔ اولاد کو اللہ کی رحمت اور جنت کی نوید قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

(بنی اسرائیل:32)

آپؐ جب عورتوں سے بیعت لیتے تو یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ پھر شادی کے وقت جوڑے کے انتخاب میں تقویٰ کو بنیادی شرط بتا کر اگلی نسلوں کو محفوظ کیا۔ میاں بیوی کو ملتے وقت نیک نصیب اولاد کے لیے دعائیں سکھائیں۔ پیدائش کے بعد بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کا ارشاد فرمایا (الجامع الصغیر جلد 2 صفحہ 182) تا کہ پہلا نقش بچے کے ذہن پر توحید کا لگے۔ اذان شیطان کو دھتکار دیتی ہے۔ پھر فرمایا بچے کا اچھا نام رکھا جائے اس کی صفائی ستھرائی کا

خیال رکھا جائے اس کا عقیقہ کیا جائے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث عبداللہ بن عامرؓ جلد 3 صفحہ 447 مطبوعہ بیروت)

لڑکیوں کی پیدائش کے بارے میں فرمایا:

’’جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو تم پر سلامتی ہو وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی‘‘

(اسوۂ انسان کامل صفحہ 462)

بیٹیوں کی اچھی تربیت و پرورش پر ثواب اور جنت میں اپنے قرب کی بشارتیں دیں۔

(ترمذی ابواب البر والصلہ)

حضورؐ بچوں سے پیار اور شفقت سے پیش آتے۔ ان سے ہنسی مذاق کرتے۔ ان سے دل لگی کرتے۔ ان کو بہلاتے۔ بچے بھی آپؐ سے بہت پیار کرتے آپؐ کو دیکھتے ہی خوشی سے اُچھلتے۔ سلام میں آپؐ سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ (سنن ابی داؤد کتاب السلام باب فی السلام علی الصبیان) مصافحہ کرتے، آپؐ بھی انہیں گود میں لیتے اور پیار سے اچھی اچھی باتیں سکھاتے۔ بچوں کو چومتے، تھپکی دیتے۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

اَکْثِروا قبلة اولادکُم فاِنَّ لکم بِکل قبلة درجة فی الجنة

(صحیح بخاری الادب المفرد باب رحمت العیال)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو کیونکہ ان کے چومنے کے بدلے میں تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

آپؐ نے بچوں کو کبھی نہیں مارا تھا۔ دوسروں کو بھی منع فرماتے کہ بچوں کو مارنا نہیں چاہئے۔ خاص طور پر چہرے پر مارنے سے منع فرمایا۔ حضورؐ سواری پر ہوتے تو بچوں کو ساتھ بٹھا لیتے۔ ایک بار ایک بدو نے آپؐ کو بچوں سے پیار کرتے دیکھ کر کہا حضورؐ میرے تو اتنے بچے ہیں۔ میں نے کبھی کسی سے پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر خدا نے تمہارے دل سے شفقت لے لی ہو تو میں کیا کرسکتا ہوں۔ پھر فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔ خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

(الادب المفرد للبخاری باب قبلة الصبیان)

بچوں کے حقوق کے بارے میں رہنما اصول

تربیت اولاد کے حوالے سے آپؐ کے بعض ارشادات درج ہیں:

آنحضور ﷺ نے بہترین تربیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک والد کا اپنی اولاد کی بہترین تربیت سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہوسکتا۔

اکرمواولادکم فان اکرام الاولاد ستر من النار ولاکل معھم براٰۃ من النار

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب)

اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت وخصلت کے ان میں راسخ ہو جائیں۔ اپنے نبی کی محبت، اہل بیت کی محبت، قرآن کریم کا پڑھنا۔

(الجامع الصغیر للسیوطی جز اوّل 18)

مثل الذی یتعلم العلم فی صغرہ النقش علی الحجر

(الجامع الصغیر سیوطی جلد 2-3 صفحہ 153)

بچپن کا سکھایا ہوا پتھر پر نقش کی طرح ہو جاتا ہے۔

اکرمواولادکم واحسنوا اَدَبَھم

(ابن ماجہ باب الادب برالوالد)

بچوں کی عزت کرو اور انہیں اچھے آداب سکھاؤ۔

ہر بچے کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے اس لیے آپؐ نے احکامات میں ان کی نفسیات کا لحاظ رکھا۔ فرمایا جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اسے کلمہ سکھاؤ۔ جب دائیں بائیں ہاتھ کی پہچان ہو جائے تو نماز سکھاؤ۔ جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دو۔ سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کے لیے کہا کرو۔ اگر دس سال کی عمر میں بچے نماز نہ پڑھیں تو سزا بھی دے سکتے ہو۔

(ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب 26)

بچوں کی تعلیم کا اس قدر خیال تھا کہ فرمایا: جنگِ بدر کے پڑھے لکھے قیدی مدینہ کے دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔

بچے ورزشی کھیلیں کھیلتے اور قرآن، حدیث اور فقہ سیکھتے۔ چنانچہ آپؐ کے ارد گرد کھیلنے والے بچے آپؐ کے قول اور فعل کو ذہن میں محفوظ رکھتے رہے۔ جب بڑے ہوئے تو قرآن کے مفسر حدیث کے راوی اور علم کی روشنی کے مینار بنے۔

خدمت گزاروں کو آپؐ کبھی بھی کمتر نہ سمجھتے۔ چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: پیارے آقا نے مجھے کبھی ڈانٹا نہ مارا نہ جھڑکا بلکہ جو خود کھاتے وہ مجھے کھلاتے اچھا کپڑا پہناتے اور کام میں برابر ہاتھ بٹاتے۔ دس سال میں آپؐ کی خدمت میں رہا مگر اس طویل عرصہ میں آپؐ نے مجھے اُف تک نہ کہا مجھ سے کوئی ایسا کام نہ لیتے جو میں کر نہیں سکتا تھا۔ میرے ساتھ خود کام کرتے اگر مجھ سے کوئی کام خراب بھی ہو جاتا تو کبھی غصہ نہ فرماتے اور نہ ہی نفرت سے دیکھتے اور نہ بُرا بھلا کہتے بلکہ مجھے تسلی تشفی سے سمجھا دیتے سخت کلامی سے پیش نہ آتے۔

(بخاری جلد سوم 356 حدیث نمبر 957)

حضورؐ کا منہ بولا بیٹا زیدؓ تھا آپؐ نہ صرف زیدؓ کو بہت عزیز رکھتے تھے بلکہ ان کے بیٹے اسامہؓ سے بھی اپنے بچوں کی طرح بہت پیار کرتے۔ حضورؐ اپنے نواسے حسین کو ایک زانو پر بٹھا لیتے اور اُسامہ کو دوسرے پر اور دونوں کو سینہ سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے: اللہ، میں ان سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان سے پیار کرنا۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب)

آج بھی آپؐ کا اسوہ امید کی کرن ہے

ماضی میں جن مسائل میں عورتیں اور بچے گرفتار تھے فی زمانہ، اسلام کی تعلیم کو پس پشت ڈالنے سے، زیادہ شدید بھیانک گھمبیر اور تباہ کن ہو کر سامنے آچکے ہیں۔ کتنی بھی تحریکیں چلالیں، نئے نئے نعرے بنالیں۔ خود مختاری کے حقوق کے لیے خود کو سڑکوں پر خوار کر لیں۔ تجربہ ہو چکا اصل حل اسلام کے سوا کسی مذہب کے پاس نہیں۔ تاریخ کھنگال لیں کوئی انسان حضرت رسول اکرم ﷺ سے زیادہ عورتوں کا محسن نہیں۔ آج سے پندرہ سَو سال پہلے قرآن کی تعلیم سے مسائل حل ہوئے تھے آج بھی یہی ہدایت کا سرچشمہ سیراب کرے گا۔ اللہ تعالیٰ رحمان ہے۔ اس نے عصر حاضر کے انسانوں کو محروم نہیں رکھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اِحیائے اسلام کے لیے تشریف لائے ہیں اور خلفائے کرام کی قیادت میں اسوۂ رسول ﷺ پر صدقِ دل سے عمل کرنے والے احمدی مسلمان ہر راہ میں مشعلیں لیے کھڑے ہیں۔ نئی نسلوں کی درست تعلیم و تربیت کر کے اسلام کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے کی ذمہ داری اب احمدی عورت کے ہاتھ میں ہے۔ زمانے میں امن کے لیے ہر دل میں محمد ﷺ کی تصویر بنانی ہوگی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح کھول کر عورتوں کے حقوق و فرائض کے بارہ میں فرمایا ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں جس طرح تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنے گھروں میں اپنے بچوں کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کے مطابق تربیت دینے کی طرف توجہ دلائی ہے، اگر عورتیں اس ذمہ داری کو سمجھ لیں تو احمدیت کے اندر بھی ہمیشہ حسین معاشرہ قائم ہوتا چلا جائے گا اور پھر اس کا اثر آپ کے گھروں تک ہی محدود نہیں رہے گا، جماعت کے اندر تک ہی محدود نہیں رہے گا بلکہ اس کا اثر گھروں سے باہر بھی ظاہر ہوگا۔ اس کا اثر جماعت کے دائرہ سے نکل کر معاشرہ پر بھی ظاہر ہوگا اور اس کا اثر گلی گلی اور شہر شہر اور ملک ملک ظاہر ہوگا اور وہ انقلاب جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اسلام کی جس خوبصورت تعلیم کا علم دے کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے اس تعلیم کو دنیا میں پھیلانے اور اسلام کا جھنڈا دنیا میں گاڑنے میں اور جلد از جلد تمام دنیا کو آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے جمع کرنے میں ہم تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں جب احمدی عورت اپنی ذمہ داری کو سمجھے، اپنے مقام کو سمجھ لے اور اپنے فرائض کو سمجھ لے اور اس کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش کرے۔‘‘

(جلسہ سالانہ ہالینڈ خطاب مستورات 3/جون 2004ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 22/جولائی 2005ء)

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ، اللہ پاک آپ کے درجات بلند فرماتا رہے۔ آپ کی خواہش پر ہم نبیوں کے سردار اپنے محسن ﷺ کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے آپؐ پر صدق دل سے سَو سَو بار درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

بشریٰ بختیار خان۔ لندن، یوکے

عورتوں کی تعلیم کا حق

انسان تخلیق ہے اس تخلیق کار کی جو تخلیقِ معلّٰی کا تخلیق کرنے والا ہے، ایک وقت ایسا تھا جب کچھ نہ تھا نہ آسمان زمین کائناتیں کہکشائیں ستارے سورج فرشتے شیطان انسان علم جہل خیر شر کچھ نہ تھا بالکل کچھ نہ تھا بالکل کچھ نہ تھا اس وقت صرف وہی تھا بس وہی جو سب کا خالق اور مالک ہے، اس نے پھر کائناتیں تخلیق کیں دنیائیں بنائیں پھر آگ پانی مٹی ہوا روشنی اندھیرا فرشتے جن اور پھر انسان، وہ وقت بھی تھا جب انسان پیدا کیا گیا تو کچھ نہ جانتا تھا وہ، پھر اسے فہم دیا گیا عقل دی گئی اور پھر علم دیا گیا اور اس علم کی بنا پر اسے معلوم ہوا کہ وہ کون ہے اسے پیدا کرنے والا کون ہے اسے کیوں پیدا کیا گیا اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں، انسان صرف مرد نہیں، عورت اور مرد دونوں انسان ہیں۔

عورت کے بارے میں بات کی جائے تو خدا کے بعد اسے انسان کو خدا کے حکم سے تخلیق کرنے کی صلاحیت دی گئی اور اس نے انسان کی نسل کو جاری رکھنے کا فرض ادا کرنا ہے، ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں اس میں عورت کو تعلیم سے محروم رکھنا ہی غیرت اور قوانین کی پاسداری و قومی و تہذیبی حیا داری کا ثبوت مانا جاتا ہے، عورت کیا ہےً ؟ نسلیں پیدا کرنے والی فیکٹری؟ عورت انسان نہیں؟ جس نے پیدا کیا اس نے انسان کو علم عطا کیا تو مرد ذات نے عورت سے اس کا وہ حق کن بنیادوں پر چھینا جس کی بنا پر اسے اپنی ذات کا ادراک ہونا تھا اسے اپنے رب کا ادراک ہونا تھا اسے اپنی اہمیت کا ادراک ہونا تھا، اب اگر عورت ان تمام رموز سے بے خبر ہے تو اس کی ذمہ دار وہ نہیں بلکہ وہ طبقہ اور وہ مرد ہیں جنہوں نے عورت کو تعلیم سے محروم رکھا، جب عورت جو کہ ماں ہے وہ تعلیم سے دور ہوگی تو اپنی نسل اور اپنی اولاد کی تربیت کیسے کرے گی وہ کیسے آنے والی نسل کو ترقی کی راہیں دکھائے گی، وہ اپنے دل کا جذبہ پیار لگن شفقت محبت اور قربانی کا جذبہ تو دے سکی گی لیکن فہم نہیں دے سکے گی ادراک نہیں دے سکے گی علم نہیں دے سکے گی تصور نہیں دے سکے گی، مائیں قومیں بناتی ہیں اور ماؤں کو تعلیم سے دور رکھ کر آپ کس قسم کی نسلوں اور قوموں کی امید رکھیں گے؟

وہی قومیں جنہوں نے ظلم ایجاد کیا وہی جنہوں نے انسانیت کا خون بہا کر طاقت کا نشہ حاصل کیا، وہی جنہوں نے لوٹ مار کی، جنگیں چھیڑیں ہتھیار بنائے کفر و شرک ناانصافی اور بربریت کا پرچار کیا؟ اور اس کے برعکس علم کی پاسدار ماؤں نے عظیم اور پڑھی لکھی قومیں پیدا کیں، انسانیت کی فلاح اور نیک معاشرے کی تکمیل کے لیے قربانی دینے والی قومیں پیدا کیں، یہ ہم پہ منحصر ہے کہ ہم اپنی تہذیب و تمدن کے لیے علم کا انتخاب کریں یا جہل کا۔

انسان کی ترقی کا دارو مدار علم پر ہے کوئی بھی شخص یا قوم بغیر علم کے زندگی کی تگ و دو میں پیچھے رہ جاتی ہے۔ اور وہ شخص اپنی کُند ذہنی کی وجہ سے زندگی کے مراحل میں زیادہ آگے نہیں سوچ سکتا اور نہ ہی مادی ترقی کا کوئی امکان نظر آتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود تاریخ کا ایک طویل عرصہ ایسا گزرا ہے جس میں عورت کے لیے علم کی ضرورت و اہمیت کو نظر انداز کیا گیا اور اس کی ضرورت صرف مردوں کے لیے سمجھی گئی اور افسوس تو یہ ہے کہ اب بھی دنیا کے بہت سے علاقوں اور معاشروں میں تعلیم کو عورتوں پہ حرام قرار دیا جاتا ہے، اور ان میں بھی جو خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں صرف وہی علم حاصل کرتے تھے اور عورت علم سے بہت دور جہالت کی زندگی بسر کرتی تھی۔

لیکن اسلام نے علم کو فرض قرار دیا اور مرد و عورت دونوں کے لیے اس کے دروازے کھولے اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ و پابندیاں تھیں، سب کو ختم کر دیا۔ اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دلائی اور اس کی ترغیب دی، جیسا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ

اور دوسری جگہ ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ عَالَ ثَلَاثَ بَنَاتٍ فَأَدَّبَهُنَّ وَزَوَّجَهُنَّ وَأَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ فَلَهُ الْجَنَّةُ

جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو تعلیم تربیت دی، ان کی شادی کی اور ان کے ساتھ (بعد میں بھی) حسنِ سلوک کیا تو اس کے لیے جنت ہے۔

اسلام مرد و عورت دونوں کو مخاطب کرتا ہے اور اس نے ہر ایک کو عبادت اخلاق و شریعت کا پابند بنایا ہے جو کہ علم کے بغیر ممکن نہیں۔ علم کے بغیر عورت نہ تو اپنے حقوق کی حفاظت کرسکتی ہے اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرسکتی ہے جو کہ اسلام نے اس پر عائد کی ہے؛ اس لیے مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے۔

جیسا کہ گزشتہ دور میں جس طرح علم مردوں میں پھیلا، اسی طرح عورتوں میں بھی عام ہوا۔ صحابہ کے درمیان قرآن وحدیث میں علم رکھنے والی خواتین کافی مقدار میں ملتی ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا استنباط اور فتویٰ دینا بڑا ہی مشکل اور نازک کام ہے؛ لیکن پھر بھی اس میدان میں عورتیں پیچھے نہیں تھیں، مردوں کے مقابلے میں ہی عورتوں میں بھی علم حاصل کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے

اس میں صریحاً وضاحت موجود ہے کہ اسلام نے تعلیم کو مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں طور پر فرض قرار دیا ہے۔

دنیا کے تمام قدیم اور جدید معاشروں کی ترقی میں عورتیں بھی مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہیں آبادی کا قریباً نصف عموماً خواتین پر مشتمل ہیں، جن کی متوازن شرکت کے بغیر مطلوبہ ترقی نہیں ہوسکتی جو کہ صرف تعلیم نسواں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

ماں کے قدموں تلے جنت کا ہونا بھی اسی باعث ہے کہ اولاد کی تعلیم و تربیت میں ماں کا کردار بہ نسبت باپ زیادہ کی اہم ہے۔ عورت کی تعلیم پورے خاندان کی تعلیم ہے ایک تعلیم یافتہ عورت ہی اولاد کی ہمہ پہلو تکمیل کرسکتی ہے۔ ماں کے کردار کے علاوہ خواتین ہمدرد ڈاکٹر یا نرس، قابل معلمہ، ماہر امور خانہ داری، ذمہ دار پولیس آفیسر اور حساس وکیل کے طور پر معاشرے کی ترقی میں موئثر کردار ادا کرتی ہیں۔

تاریخی پس منظر میں حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت زینب، ملکہ زبیدہ، رابعہ قزداری، رضیہ سلطانہ، ملکہ نور جہاں، زیب النساء بیگم، حبہ خاتون، فاطمہ جناح اور بے نظیر جیسے قابل تقلید کردار موجود ہیں جنہوں نے علم و دانش کی بنا پر انسانیت کی فلاح کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔۔۔

اسلام میں خواتین کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام بنیادی اقدامات میں سے ہے قبل از اسلام جاہلی معاشروں میں عورت ہر قسم کے حق سے محروم تھی۔ جہاں عورت زندگی کے حق سے ہی محروم ہو، وہاں اس کے پڑھنے لکھنے کے حق کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اسلام نے جہاں عورت کو اعلیٰ و ارفع مقام دیا وہاں اس پر ایک احسان یہ بھی فرمایا کہ اسے درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں مردوں کے برابر مکلف قرار دیا۔

چونکہ شریعتِ اسلامی کے مخاطب مرد اور عورت دونوں مکمل اہمیت رکھتے ہیں۔ دینی احکام دونوں پر واجب ہیں اور روزِ قیامت مردوں کی طرح عورتیں بھی ربّ العالمین کے سامنے جواب دہ ہیں۔ لہٰذا عورتوں کے لئے بھی حصولِ علم جو اُن کو بنیادی دینی اُمور کی تعلیم دے اور احکامِ اسلامی کے مطابق زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھائے وہ ان کے لئے فرضِ عین قرار دیا گیا ہے۔ فرضِ عین سے مراد یہ ہے کہ اسے سیکھنا لازمی ہے اور اگر عورت یا

مرد اس میں کوتاہی کرے تو وہ عند اللہ مجرم ہے۔

چنانچہ آنحضور نے ابتدا ہی سے خواتین کی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ نے سورۃ البقرۃ کی آیات کے متعلق فرمایا:

”تم خود بھی ان کو سیکھو اور اپنی خواتین کو بھی سکھاؤ۔“

(سنن دارمی)

تربیت کے لئے اپنی خدمت میں حاضر ہونے والے وفدوں کو آپ تلقین فرماتے کہ

”تم اپنے گھروں میں واپس جاؤ، اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہو، ان کو دین کی تعلیم دو اور ان سے احکامِ دینی پر عمل کراؤ۔“

(صحیح بخاری)

آپؐ کا فرمان ہے:

”جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، ان کی اچھی تعلیم و تربیت کی، ان سے حسن سلوک کیا، پھر ان کا نکاح کر دیا تو اس کے لئے جنت ہے۔“

(ابوداؤد)

رسولِ اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تبلیغی مشن میں ہفتہ میں ایک دن صرف خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مخصوص ہوتا تھا۔ اس دن خواتین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور آپ سے مختلف قسم کے سوالات اور روزمرہ مسائل پوچھتیں۔ نمازِ عید کے بعد آپ ان سے الگ سے خطاب کرتے۔ اُمہات المومنین کو بھی آپ نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ مسلم خواتین کو دینی مسائل سے آگاہ کیا کریں۔ پھر آپ نے خواتین کے لئے کتابت یعنی لکھنے کی بھی تاکید فرمائی۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ لکھنا جانتی تھیں۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ تم اُمّ المومنین حضرت حفصہ کو بھی لکھنا سکھا دو۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ کو بھی لکھنا سکھا دیا۔ آہستہ آہستہ خواتین میں لکھنے اور پڑھنے کا اہتمام اور ذوق و شوق بہت بڑھ گیا۔ عہدِ نبوی کے بعد خلفاے راشدین کے مبارک دور میں بھی خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف بھرپور توجہ دی گئی۔ حضرت عمر بن خطاب نے اپنی مملکت کے تمام اطراف میں یہ فرمان جاری کر دیا تھا:

”عَلِّمُوْا نِسَآءَکُمْ سُوْرَۃَ النُّوْرِ…“

اپنی خواتین کو سورۃ النور ضرور سکھاؤ کہ اس میں خانگی زندگی اور معاشرتی زندگی کے متعلق بے شمار مسائل و احکام موجود ہیں۔

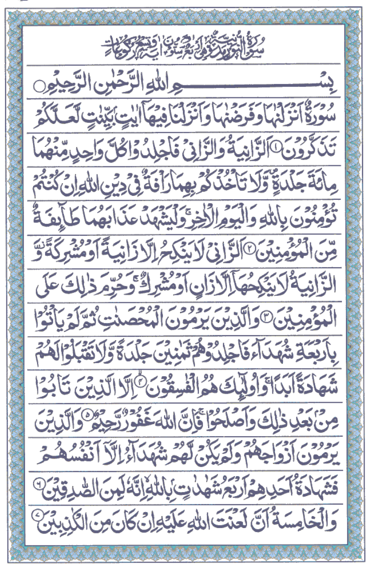
قد افلح ۱۸ ۳۵۱ النور ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷

دین ہو یا تاریخ، عقلی دلائل ہوں یا علمی و مشاہداتی، دل کی آواز ہو یا اخلاقیات کے تقاضے، کسی بھی حوالے سے سوچا اور جانچا جائے تو علم صرف مرد نہیں بلکہ مرد سے زیادہ عورت پر ضروری ہے، اس نے اپنے علم کی بنا پر ہی زندگی کی جنگ لڑنی ہوتی ہے وہ مرد کی طرح طاقت نہیں رکھتی لیکن علم کی طاقت ہی اسے مکمل توازن اور اہمیت دیتی ہے، اس کی اچھی سوچ اچھی تربیت کرے گی اور اچھے معاشرے وجود میں آئیں گے اور ایک اچھے

بقیہ صفحہ 12 پر

درعجم

پیارے امام کا پیغام عہدیداران کے نام

لوگوں کے حقیقی خادم بن کر ان سے ذاتی تعلقات قائم کریں

ورچوئل ملاقاتوں میں ایک دوست نے عرض کی کہ بعض لوگ جو جماعتی پروگراموں میں کم آتے ہیں ان کو بسا اوقات عہدیداروں سے بے اعتمادی اور ناراضگی ہوتی ہے۔ اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہایت اہم نصائح فرمائیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ

•عہدیدار ہمیشہ سَیِّدَ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ (فیض القدیر حرف سین) کے ارشاد کے مطابق اپنے آپ کو جماعت کا خادم سمجھیں۔

•کسی شخص کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے لوگوں کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

•لوگوں سے ہمیشہ نرمی اور پیار سے بات کریں۔

•لوگوں کے رازوں کو راز رکھیں۔ اس سے لوگوں میں اعتماد پیدا ہو گا۔

•تمام احباب جماعت سے رابطہ رکھیں۔ حلقے اس لئے بنائے گئے ہیں کہ چار پانچ سو احباب کے ساتھ آسانی سے رابطہ رکھ سکیں۔

•لوگوں کو سمجھائیں کہ اگر دارالقضاء کے بارے تحفظات ہیں تو قضاء میں اپیل در اپیل کر سکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر فیصلہ مان لینا چاہئے یہ تبھی ہو گا جب عہدیداران کے لوگوں سے ذاتی تعلقات ہوں۔ انکے بھائی اور دوست بن کر انکو سمجھائیں گے تو وہ سمجھیں گے۔

•جہاں تک رشتوں کا تعلق ہے تو احباب جماعت کے ساتھ انکے دوست بن کر کھڑے ہوں اور انکے مسائل حل کرنے کے لئے کوشش کریں۔

•ذاتی تعلقات سے اعتماد پیدا ہو گا اور لوگوں کے اور جماعت کے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔

سَیِّدَ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ

ان نصائح کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عہدیدار کو احباب جماعت کا سچا اور حقیقی ہمدرد بن کر انکی خدمت کے جذبے سے کام کرنا چاہئے۔ انکی پریشانیوں کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہئے۔ احباب جماعت سے ذاتی تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔ جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قوم کا سردار انکا خادم ہوتا ہے۔ احباب جماعت کے سچے اور حقیقی خادم بن جائیں۔ اگر تمام عہدیدار حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس اہم اور بنیادی نصیحت پر عمل کر لیں تو یقیناً جملہ مسائل ختم ہو سکتے ہیں۔ جماعت اور زیادہ مضبوط ہوسکتی ہے اور پہلے سے بڑھ کر ترقیات کی طرف گامزن ہوسکتی ہے۔

وقت کی قربانی

یہ کوئی مشکل کام نہیں جو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ احباب جماعت سے دوستانہ تعلقات قائم کریں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بعض عہدیدار ان نصائح پر کما حقہ عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اسکی بہت سی وجوہات میں سے ایک وجہ وقت کی قربانی میں کمی ہے۔ جتنا وقت عہدیداران کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں دینا چاہئے اتنا وقت نہیں دیتے یا وقت کا صحیح استعمال نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کسی سے تعلقات قائم کرنے کے لئے، دوستی لگانے کے لئے اسکے پاس بار بار جانا ہو گا، اسکی لمبی لمبی باتیں سننی ہوں گی۔ بعض لوگوں کو لمبی بات کرنے کی عادت ہوتی ہے جب تک انکی تمام باتیں نہ سن لی جائیں انکو تسلی نہیں ہوتی۔ انکے شکوے شکایتیں بشاشت اور رخندہ پیشانی سے سننے ہوں گی، پھر انکے مزاج کے مطابق ان سے ایسا سلوک کرنا ہو گا جس سے ان میں آہستہ آہستہ یہ احساس پیدا ہو جائے کہ یہ عہدیدار انکا سچا خیر خواہ اور ہمدرد ہے۔ پھر ان سے دوستانہ تعلق قائم رکھنے کے لئے کبھی انکو دعوت پر بلانا ہو گا کبھی انکی دعوتوں پر وقت نکال کر جانا ہو گا۔ انکی خوشیوں اور غموں میں شریک ہونا ہو گا۔ بہر حال ان مقدس عہدوں کی بجا آوری کے لئے علاوہ دیگر امور کے وقت کی خاصی قربانی دینی ہوتی ہے۔ اگر تمام عہدیدار اتنا وقت قربان کرسکیں گے تو یقیناً تمام ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا کرنے والے ہوں گے۔

مصروفیات زندگی

آج کا انسان جب صبح اٹھتا ہے تو بہت سے کام، بہت سی فکریں اور بہت سی خواہشات ایک جلوس کی شکل میں اسکے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ اسکے ذاتی کام، دفاتر یا کاروبار کے کام، گھریلو ذمہ داریاں، بیوی بچوں کے کام، بہت سے کاموں کی لسٹ ہے جو ہر شخص کی آنکھوں کے سامنے گردش کرتی رہتی ہے۔ بہت سی فکریں ہیں جو اسے دامنگیر رہتی ہیں۔ بہت سی پریشانیاں ہیں جو اسکا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ایک فکر ختم ہوتی ہے تو دو اور پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک پریشانی دور ہوتی ہے تو دو اور پریشانیاں جنم لے لیتی ہیں۔ پھر انکے ساتھ بہت سی نہ ختم ہونے والی خواہشات ہیں جو اسکے آگے آگے دوڑتی ہیں۔ بذات خود یہ بے جا خواہشات اسکے کاموں اور فکروں میں اضافہ کا موجب بنتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک بار صحابہ کو فطرت کا یہ گہرا راز عام فہم انداز میں سمجھانے کے لئے زمین پر ایک مربع نما خانہ بنایا پھر اس کے بیچ سے ایک خط کھینچا جو اس مربع کی حدود کو قطع کرتا ہوا باہر دور تک نکل جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مربع نما خانہ انسان کی زندگی کی حد ہے اس سے وہ باہر نہیں جا سکتا۔ بہر حال یہاں موت کا اسے سامنا ہے اور یہ ڈبے کے اندر سے باہر نکلنے والا خط اسکی خواہشات ہیں جو اسکی زندگی سے بھی بہت آگے دور تک نکل جاتی ہیں جن کو وہ کبھی بھی پا نہیں سکتا۔ پس ایک دنیا دار شخص ساری زندگی انہی کاموں، فکروں، پریشانیوں کی وجہ سے بے چینی سے زندگی گزارتا ہے اور خواہشات کے پیچھے بھاگتے ہوئے زندگی بھر سرگرداں رہتا ہے۔ قرآن کریم نے اسے سراب کا نام دیا گیا ہے (نور:40) پیاسا اسے پانی سمجھ کر ساری زندگی اسکے پیچھے بھاگتا ہے مگر اسے پانی نہیں ملتا۔ پھر بڑی حسرتوں کو سینے میں لئے ہوئے دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

دو قسم کے عہدیدار

جماعت میں دو قسم کے عہدیدار ہوتے ہیں۔ ایک قسم عہدیداروں کی اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں وہ اپنے کاموں، اپنی فکروں اور اپنی خواہشات پر سلسلہ کے کاموں، سلسلہ کی فکروں اور سلسلہ کی خواہشات کو مقدم رکھتے ہیں۔ وہی جماعت کا حقیقی سرمایہ ہیں۔ یہ وہ انصار اللہ ہیں جن پر دن رات اللہ تعالیٰ کے فضل بارش کی طرح برستے ہیں۔ انکی زندگی بھی کامیاب اور انکا انجام بھی بامراد۔ ایسے وجودوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کے لئے بطور ایک نشان پیش کیا ہے۔

شیطانی وساوس

دوسری قسم کے عہدیدار وہ ہوتے ہیں جو ابھی اس مقام پر نہیں پہنچے ہوتے کہ اپنی نفسانی خواہشات کو کلی طور پر مار سکیں اور حقیقی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ وہ سلسلہ کے کام بھی کرتے ہیں لیکن جب بھی وہ کوئی کام کرنے لگتے ہیں، شیطانی وساوس انہیں گھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تمہارا ضروری کام ہے اسے پہلے کر لو، سلسلہ کا کام بھی کر لینا، اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ یہ تمہاری فکر بہت اہم ہے اگر اسے دور نہ کیا تو نقصان ہو جائے گا اس لئے پہلے اسے دور کرو سلسلہ کا کام تو بعد میں بھی ہو جائے گا۔ اس طرح کبھی وہ ان وساوس کو جھٹک کر سلسلہ کا کام کرتے ہیں کبھی ان وساوس سے مرعوب ہو کر سلسلہ کے کام کو موخر کر دیتے ہیں اور اپنے کاموں میں جُت جاتے ہیں۔ جائزہ لینے پر ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی نہ فکریں ختم ہونے کا نام لیتی ہیں، نہ ہی پریشانیاں انکا پیچھا چھوڑتی ہیں۔ بہت سی بلاؤں میں وہ گرفتار رہتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ شیطان اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ شیطان آرام دہ اور پرسکون زندگی کا دشمن ہے وہ نہیں چاہتا کہ اللہ کے فضل کسی پر موسلا دھار بارش کی طرح نازل ہوں۔ وہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص دیکھتے ہی دیکھتے اللہ کے اولیاء اللہ میں شامل ہو جائے۔ اسے گوارہ نہیں کہ کوئی بندہ جلد جلد اللہ کے قرب میں بلند سے بلند مقام حاصل کر سکے۔ وہ نہیں پسند کرتا کہ بندوں کے کاموں کا اللہ کفیل بن جائے۔ بندوں کی فکروں اور پریشانیوں کو اللہ سنبھال لے۔ وہ نہیں چاہتا کہ بندوں کا اللہ مددگار اور دوست بن جائے بلکہ شیطان کا تو کام ہی بندے کو اللہ سے دور کرنا ہے۔ اس لئے وہ سلسلہ کا کام کرنے میں ہمیشہ رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ

یہ مضمون قرآن، حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام میں بھرا پڑا ہے کہ جو شخص اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاتا ہے اللہ اسکی طرف دو قدم بڑھاتا ہے۔ جو اللہ کی طرف چل کے جاتا ہے اللہ اسکی طرف

دوڑ کے آتا ہے۔ جو اللہ کی خاطر اسکے دین کا مددگار بن جاتا ہے اللہ اسکا مددگار بن جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ میں اسکا مددگار بن جاتا ہوں جو تیری نصرت اور اعانت کا ارادہ کرے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کے لئے جو شخص بھی اپنے دل میں نیت باندھ لے اور ارادہ کر لے اسی وقت اللہ اسکا مددگار بن جاتا ہے۔ جو اس مقدس فریضہ کی ادائیگی کے لئے جدو جہد کرتا ہے اللہ اسکا مددگار، اسکا خدمتگار بن جاتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فکریں اپنی فکروں پر حاوی کر لیتا ہے اللہ اسکی فکریں مٹا دیتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پریشانیوں کو اپنے دل میں محسوس کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ القِيَامَةِ (بخاری کتاب المظالم بَابٌ: لَا يَظْلِمُ المُسْلِمُ) کہ جو کوئی اپنے بھائی کی کوئی ضرورت پوری کرتا ہے، اسکے کام آتا ہے اللہ تعالیٰ اسکی ضروریات اسکی حاجتیں پوری کرتا ہے۔ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکی تکلیفیں دور فرما دے گا۔ ذرا غور کریں کسی بھی شخص کے کام آنے کا اتنا بڑا اجر ہے۔ کسی بھی مسلمان کی پریشانیاں دور کرنے کا اتنا زیادہ ثواب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکے کام کرنے لگ جاتا ہے اور دنیا میں ہی نہیں بلکہ قیامت کے روز بھی اسکی پریشانیاں اور فکریں سب دور کر دے گا۔ تو جس کو اللہ تعالیٰ نے امام مہدی اور مسیح الزمان بنا کر بھیجا اور جو خلیفۃ المسیح آج اسکے مسند پر رونق افروز ہیں جو شخص ان مقدس ہستیوں کے کام کرتا ہے، انکی فکریں دور کرتا ہے، انکی پریشانیاں دور کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس قدر اسکے کام آئے گا، کس قدر اسکی تکلیفیں اور پریشانیاں دور کرے گا۔ یقیناً یقیناً آسمان سے فرشتے قطار در قطار نازل ہوں گے جو اس بندے کی خدمت پر مامور کئے جائیں گے۔ اس پر اللہ کے بے پایاں فضلوں اور رحمتوں کی بارشیں برسیں گیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی پیار بھری نظریں پڑیں گیں۔ وہ اللہ کے دوستوں اور مقربین میں جگہ پائے گا۔ دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتنی عظیم خوشخبری ہمیں سنائی۔

قرب پانے کا میدان خالی ہے

آپ فرماتے ہیں۔ ’’تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لیے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں‘‘

(الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308-309)

عہدیداروں کی خوش بختی

پس عہدیداروں پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جس پر اگر وہ ساری زندگی سر بسجود شکریہ ادا کرتے گزار دیں تب بھی حق ادا نہیں ہوسکتا کہ انکو اس آخرین کی جماعت کی قیادت سونپی گئی ہے۔ وہ مسیح و مہدی جس کی دنیا ہزاروں سال سے منتظر تھی۔ مسلمان صدیوں سے جسکی راہ تک رہے تھے۔ جس کو نبی کریم ﷺ نے سلام بھیجا۔ جسکے مددگاروں میں شامل ہونے کا حکم دیا۔ ہم کتنے خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نہ صرف اسکی جماعت میں شامل کیا بلکہ اسکی عظیم روحانی فوج کے ایک چھوٹے سے حصہ کی قیادت سونپی۔ اس پر ہم جتنا بھی اسکا شکر ادا کریں کم ہے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے اس میدان میں لا اتارا ہے جو اسکے قرب کا میدان ہے جس میں سوائے ہمارے اور کوئی نہیں۔ گویا وہ خدا جس کو پانے کے لئے گذشتہ زمانوں میں لوگ جنگلوں میں جا کر کئی کئی سالوں کا چلہ کاٹتے، راتوں کو جاگتے، ہزاروں جتن کرتے، ہزاروں مصیبتیں اٹھاتے تب اللہ تعالیٰ کا چہرہ دیکھتے وہ خدا تو گویا آسمان سے اتر کر ہمارے دروازے پر آ کھڑا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے ہم پوری محبت اخلاص اور وفا کے ساتھ یہ دروزاہ کھولیں اور اسکا استقبال کریں۔

ہم سے تو صرف یہ تقاضا کیا گیا ہے کہ ہم ان مقدس عہدوں کی پاسداری کے لئے روزانہ کچھ وقت نکالیں۔ اپنے ضروری کام کرنے سے ہمیں کسی نے نہیں روکا۔ لیکن اپنے ضروری کاموں میں سب سے ضروری کام ہمیں جماعتی ذمہ داری کو بنانا ہوگا۔ اپنی فکروں میں سب سے بڑی فکر ہمیں ان ذمہ داریوں کو کما حقہ بجا لانے کی فکر اپنے اوپر سوار کرنی ہو گی۔ تب دیکھیں کس طرح ہماری زندگیوں میں انقلاب برپا ہو گا۔ جہاں جماعت زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو گی اور ترقی کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی جائے گی وہاں ہم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے فضل موسلا دھار بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھیں گے۔ ہمارے سارے ذاتی کام آسان ہوتے چلے جائیں گے۔ ہماری ساری فکریں ختم ہو جائیں گیں انکو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اٹھالیں گے ہماری پریشانیاں دور کر دی جائیں گیں۔ پس یہ کتنا نفع بخش سودا ہے۔ دنیا بھی ہمارے پیچھے دوڑی چلی آئے گی اور آخرت میں بھی ہم سرخرو ہوں گے۔ بہت سی بے چینیوں سے، بہت سی مصیبتوں سے بہت سی آفات سے اللہ ہمیں بچائے گا۔ اور ان راہوں سے ہماری مدد کرے گا جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہم اسکی پیار بھری نظروں کے نیچے ہوں گے اور اسکے فضلوں اور رحمتوں اور برکتوں کے وارث بنیں گے۔ یقیناً ہمارا خدا سب سے بڑھ کر وفا کرنے والا ہے۔ وہ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا سچا خدا ہے۔ کمی ہے تو ہماری طرف سے۔ سستی ہے تو ہماری طرف سے۔

خلیفہ وقت کی مثال

اپنے خلیفہ کی طرف دیکھیں۔ جس نے اپنی ذات کو درمیان سے مٹا دیا ہے۔ اسکی سوچ ہماری بہتری کے لئے، اسکی فکریں ہماری فکروں کو دور کرنے کے لئے، اسکی خواہشات ہماری ترقیات کے لئے اور اسکی تمنائیں ہماری کامیابیوں کے لئے وقف ہو چکی ہیں۔ اسکے شب روز کے مجاہدات جماعت کی ترقیات اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے وقف ہو چکے ہیں۔ اسی لئے آج وہ دنیا میں سب سے زیادہ محبوب خدا ہے۔ سب سے زیادہ اللہ کا نور اسکے وجود باجود پر برس رہا ہے۔ سب سے زیادہ اللہ اسکی تائید و نصرت فرما رہا ہے۔ سب سے زیادہ دعائیں اسکی قبول ہوتی ہیں۔ سب سے زیادہ زندہ نشانات اسی کے ذریعہ دنیا بھر میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک زندہ نشان بن چکا ہے۔ پس ہم بھی جس قدر اسکی پیروی کریں گے۔ جس قدر اسکے کاموں میں اسکا سہارہ بنیں گے۔ جس قدر اسکی فکریں سمیٹنے والے ہوں گے۔ جس قدر اسکی خواہشات کی تکمیل کے لئے کوشاں ہوں گے۔ جس قدر اسکے مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔ جس قدر اسکے لئے دعائیں کرنے والے ہوں گے۔ جس قدر اسکے ارشادات کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والے ہوں گے اسی قدر ہمارے وجود پر بھی ویسی ہی برکتیں نازل ہوں گی، ویسے ہی فضل برسیں گے۔ ہم سے بھی اللہ اسی نسبت سے پیار کرے گا۔

آج نظام خلافت کا جھنڈا عہدیداروں کے ہاتھ میں ہے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی قیادت میں نظام جماعت ساری دنیا میں فعال ہے۔ ہر جماعت کا عہدیدار خواہ وہ اطفال کی سطح پر ہو یا ناصرات کی سطح پر ہو، خدام کی سطح پر ہو یا انصار کی سطح پر ہو یا لجنہ کا عہدیدار ہو۔ وہ صدارت کی عاملہ کا ممبر ہو یا امارت کی، وہ ملکی عہدیدار ہو یا مرکزی، تمام عہدیدار نظام جماعت کا حصہ ہیں۔ ہر ایک کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ نظام جماعت کی مضبوطی اور استحکام کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں بروئے کار لائے، ہر عہدیدار کے ہاتھ میں نظام جماعت کا جھنڈا ہے جسکی سر بلندی کے لئے اس نے تن من دھن کی بازی لگا دینی ہے۔

یاد کریں وہ وقت جب خیبر کے میدان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں صبح یہ جھنڈا اس کو دوں گا جس سے اللہ اور اسکے رسول محبت کرتے ہیں۔

اور وہ بھی اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہے تو تمام سننے والے صحابہ نے بڑی بے چینی سے وہ لمحات گزارے ہر ایک کے دل سے یہ تمنا اٹھ رہی تھی کہ اے کاش یہ جھنڈا مجھے مل جائے۔ آج خدا تعالیٰ نے یہ جھنڈا اپنی اپنی سطح پر ان عہدیداروں کے سپرد کیا ہے۔ اور یہ توقع رکھی ہے کہ اسکو گرنے نہیں دینا۔ دیکھیں ان صحابہ نے اس جھنڈے کو ہمیشہ سر بلند رکھا اگر میدان جہاد میں کسی کے ہاتھ کٹ گئے تو اس نے اپنے ٹنڈے ہاتھوں سے اسے سینے سے لگالیا، اپنے دانتوں سے پکڑ لیا اور گرنے نہ دیا۔ آج ہم نے بھی اس جھنڈے کو گرنے نہیں دینا اسے بلند رکھنا ہے۔ اس جھنڈے کا بلند کرنا کیا ہے؟ یہی کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کو خوب ادا کرنے والے ہوں۔ اپنے کاموں کو پیچھے کر کے پہلے اس عہدے کی وجہ سے جو ذمہ داریاں ہم پر پڑی ہیں انکو ادا کرنے والے ہوں۔ اپنی فکروں اور پریشانیوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے سلسلہ کی فکروں، خلیفہ وقت کی فکروں کو اٹھانے والے ہوں اپنی پریشانیوں کو پیچھے کر کے انکی پریشانیوں کو اپنے دل و دماغ میں سمیٹنے والے ہوں اور اس کے لئے دن رات کام کرنے والے ہوں۔ اپنی خواہشات کو مٹاتے ہوئے سلسلہ کی ترقی اور خلافت کے استحکام کی خواہش کو ہر وقت سامنے رکھتے ہوئے جدو جہد کرنے والے ہوں۔ تو یقیناً یہ مقدس جھنڈا بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔ جنگوں کے وقت بہت ضروری ہوا کرتا ہے کہ آپس کے اتحاد اور اتفاق کو مزید مضبوط کیا جائے۔ اور ہر قسم کی بے اعتمادی اور بے چینی کو دور کر کے بنیان مرصوص بنا جائے۔ پس بہت ضروری ہے کہ ہم حضرت امیر المومنین کی ان پاکیزہ نصائح پر عمل کرتے ہوئے تمام احباب جماعت خصوصاً اپنے کمزوروں کو اپنے ساتھ ملائیں ان سے تعلقات استوار کریں، انکے اطمینان کے لئے انکی پریشانیاں اٹھالیں، انکے دکھ درد میں شریک ہوں تا کہ انکا اعتماد بحال ہو۔ تا وہ بھی فعال وجود بن کر مسیح محمدی کے سرسبز درخت کی سرسبز شاخیں بن جائیں۔

یاد رکھیں یہ آخری زمانہ ہے۔ اسکے بعد اور کوئی زمانہ نہیں ہے۔ آغاز دنیا سے لے کر اختتام تک شیطانی طاقتوں اور رحمانی طاقتوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں یہ شیطان کی آخری جنگ ہے۔ ازل سے یہ مقدر تھا کہ اس مقدس جنگ میں تمام شیطانی قوتیں پامال کر دی جائیں گیں۔ تمام شیطانی طاقتیں خاک میں ملا دی جائیں گیں۔ تمام شیطانی فوجیں شکست کھا جائیں گی۔ لیکن یہ کیسے ہو گا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’سچائی کی فتح ہو گی۔ اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا۔ جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے۔ اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اسکے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کریں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے؟ ہمارا اسی راہ میں مرنا یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے اور یہی وہ چیز ہے جسکا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے‘‘

(فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10-11)

ہمیں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ شعر ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ

ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

آج کی دعا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

(البقرہ: 157)

ترجمہ: ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

یہ قرآن مجید کی صدمہ یا مصیبت پہنچنے کے وقت کی دعا ہے۔قرآن کریم میں اس آیت کا سیاق وسباق یوں مذکور ہے۔

اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان کے ذریعہ آزمائیں گے۔ اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔ اُن لوگوں کو جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر ان کے ربّ کی طرف سے برکتیں ہیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ابوسلمہؓ نے حدیث سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اس پریشانی میں اللہ کے حکم (کی تعمیل) کا سہارا لیتا ہے، یعنی کہتا ہے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اَللّٰهُمَّ عِنْدَكَ احْتَسَبْتُ مُصِيبَتِي فَأْجُرْنِي فِيهَا وَعُضْنِي مِنْهَا

ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنی مصیبت (پر صبر) کا ثواب چاہتا ہوں، مجھے اس کا اجر و ثواب عطا فرما اور اس کا بدل عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ اس (مسلمان) کو اس (مصیبت پر صبر) کا ثواب عنایت فرماتا ہے اور اسے اس (چھن جانے والے نعمت) سے بہتر متبادل عطا فرماتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر: 1598)

مرسلہ: مریم رحمٰن

فقہی کارنر

جہاد کا لفظ دینی لڑائیوں کے لئے مجازا بولا گیا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’جاننا چاہئے کہ جہاد کا لفظ جُہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا اور معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں جو لڑائی کو یُدّہ کہتے ہیں دراصل یہ لفظ بھی جہاد کے لفظ کا ہی بگڑا ہوا ہے۔ چونکہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور تمام زبانیں اس میں سے نکلی ہیں اس لئے یُدّہ کا لفظ جو سنسکرت کی زبان میں لڑائی پر بولا جاتا ہے دراصل جُہد یا جہاد ہے اور پھر جیم کو یا کے ساتھ بدل دیا گیا اور کچھ تصرف کر کے تشدید کے ساتھ بولا گیا‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 3)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

بقیہ: عورتوں کی تعلیم کا حق...... از صفحہ 9

تہذیب و تمدن کے دور کا آغاز ہو گا، اس دور کا آغاز ہو گا جس کا انتظار انسانیت کو ہے اس دور کا آغاز ہو گا جو اسلام کی روح ہے جو سلجھے ہوئے امن پسند اور اصلاح کے پیرو ہر لحاظ سے مکمل معاشرے ہوں گے جہاں ظلم و بربریت نہیں ہو گی جہاں ایک دوسرے کا استحصال نہیں ہو گا بلکہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھا جائے گا اور دنیا امن کا گہوارہ ہو گی اور اس چمن کی بیل عورت کی تعلیم کی خوشبو سے ہی ممکن ہے۔

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ذہنی غلامی یا اندھی تقلید

آج کل نئی نسل خصوصاً مغربی ممالک میں آ کر اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے اسلامی شعار اور تہذیب و تمدن کو بھلا دیتی ہے اور دوسری قوموں کے تمدن کو اختیار کر کے اپنی انفرادیت کھو دیتی ہے۔ یہ درست ہے کہ فی الواقع اچھی اور مفید چیز کو اچھے رنگ میں لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو اندھے طریقے سے اختیار کر لیا جائے۔ کسی قوم کی ذہنی غلامی بد ترین غلامی ہوتی ہے۔ کسی چیز کو اختیار کرتے صرف دو باتوں کا خیال رکھیں کہ اول: وہ فی الواقع اچھی ہو، دوم: وہ اسلامی تعلیم اور شعار کے خلاف نہ ہو۔

مرسلہ: ناصرہ احمد، کینیڈا

8 مارچ 2022ء		طلوعِ فجر	غروبِ آفتاب
مکہ مکرمہ		0520	18:27
مدینہ منورہ	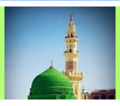	05:20	18:27
قادیان		05:27	18:31
ربوہ		05:07	18:11
اسلام آباد ٹلفورڈ	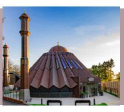	05:03	17:55